چہار انواع

(صاحبانِ تصوف کے مختلف طبقات کا اجمالی جائزہ)



مصنف

صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہٗ

مترجمین

پروفیسر سید محمد امین قادری

شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شریف احمد قادری

شعبۂ اردو، این ایم ایس این. پی. جی کالج، بدایوں

چہار انواع

(صاحبانِ تصوف کے مختلف طبقات کا اجمالی جائزہ)

مصنف

صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہٗ

مترجمین

پروفیسر سید محمد امین قادری

سابق صدر شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شریف احمد قادری

ریڈر، شعبۂ اردو، این. ایم. ایس. این. پی. جی کالج، بدایوں

ناشر

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

نام کتاب : چہار انواع

مصنف : حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرّہٗ

مترجمین : پروفیسر سید محمد امین قادری و شریف احمد قادری

سن اشاعت : نومبر ۲۰۱۵ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت :

ناشر

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ

پوسٹ ADF نزد جمال پور، ریلوے کراسنگ

انوپ شہر روڈ، علی گڑھ، PIN: 202122

Ph. No. 0571-6500603, 9359146873

Email: abirtipublications@gmail.com

انتساب

برادر محترم سید شاہ آل رسول حسنین برکاتی قدس سرہٗ

سجادہ نشین

درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ (ایٹہ)

اور

صوفی باصفا حضرت مولانا نظام الدین برکاتی علیہ الرحمہ

شیخ الحدیث

دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا (بستی)

کے نام

غلام غوث اعظم بےکس ومضطر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

سید محمد امین

فہرست

پیش لفظ

برصغیر ہند کی تاریخِ تصوف اور روحانیت مشائخ مارہرہ کی حیات و خدمات سے جلی حروف میں روشن ہے۔ برج کی دھرتی پر روحانیت کی جو بساط بچھی ہے اس پر حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی و پیمی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اخلاف طالبان راہ ہدایت کو بڑی بلند حوصلگی کے ساتھ فیضیاب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ نے اپنی حیات کو اسلام و تصوف کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لئے کلی طور پر وقف فرما دیا اور اپنے کردار و عمل سے وہ نقوش قدسیہ چھوڑے جو گم گشتگان راہ کے لئے مینارۂ نور ہو گئے اور پورا ماحول ''صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً'' کا مصداق ہو گیا۔

صاحب البرکات کے وجود مسعود کے باعث سلسلہ برکت روحانیت ایسا خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے جاری ہوا جس سے اہل دل اور اہل علم خوب مستفید و مستفیض ہوئے۔ شریعت کے اجالوں نے تاریک دلوں اور بوجھل ذہنوں کو خوب منور کیا اور تصوف و معرفت کے ایسے جام تشنگان معرفت کو پلائے کہ وہ عرفان و ایمان کی اعلیٰ منزلوں پر گامزن ہوتے ہوئے نظر آئے۔

بے شمار فضائل اور روحانی کمالات کے افق پر صاحب البرکات کی ذات مبارکہ آفتاب شریعت اور ماہتاب طریقت بن کر روشن ہویدا جس کی ضیاباریوں سے ''عشق رسول'' کا نعرۂ مستانہ لگانے والوں کی تمام بستیاں روشن ہو گئیں۔

حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کا یہ امتیاز مسلم ہے کہ ہزارہا عبادات و ریاضات، سلوک کی راہ دشوار کا سفر، تربیت مخلوق خدا، دنیاوی راہ و رسم کا نبھاؤ کے

باوجود آپ صاحب تصانیف کثیرہ اور ایک قادر الکلام شاعر بھی نظر آتے ہیں کہ ''مقدمۂ تاریخ زبان اردو'' کے مصنف معروف ماہر لسانیات پروفیسر مسعود حسین خان نے لکھا ''بھاشا کی شاعری کی تاریخ شاہ برکت اللہ پیمیؔ کے کلام کی شمولیت کے بغیر مکمل ہونے سے عاجز دکھائی دے رہی ہے''۔

آپ کے ہاتھ میں جو تصنیف ہے وہ خود اپنے آپ میں ایک شاہکار ہے جس میں تصوف اور صاحبان تصوف کے مختلف طبقات کے حوالے سے معلومات میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اجمالی طور پر بہت مفید مواد مہیا ہے۔ حضرت صاحب البرکات نے اس کتاب میں بڑے موضوعات کا احاطہ جس اختصار کے ساتھ کیا ہے وہ کمال انہیں کے خامۂ برکت کا حصہ ہے۔

صاحبان تصوف کے مختلف مدارج کو حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ نے ایسے سادہ عام فہم اور سلیس طریقے سے واضح کیا ہے کہ ایک عام شخص کو بھی اس کو اچھی طرح سے سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔

کتاب کی اشاعت ثانی میں مندرجہ ذیل چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۔ اشاعت اول میں پروف ریڈنگ کی جو غلطیاں رہ گئی تھیں انہیں حتی الامکان درست کر دیا گیا ہے۔

۲۔ مشکل الفاظ کی تسہیل کی گئی ہے تاکہ عام قاری بھی اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکے۔

۳۔ قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور فارسی اشعار کے فوراً بعد ان کا ترجمہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کتاب میں مذکور حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے۔

۵۔ کتاب میں جن مشہور صوفیائے کرام کا ذکر آیا ہے ان کا اجمالاً تعارف بھی دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی خوبیاں لانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین

کرام کو کتاب پڑھنے اور سمجھنے میں مدد مل سکے۔

''چہار انواع'' کی ''اشاعت ثانی'' کے موقع پر عزیز گرامی مولانا توحید احمد برکاتی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت جدید میں اپنا گراں قدر علمی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے (آمین)۔ اشاعت اول پر جن حضرات کا میں پہلے ممنون تھا ویسے ہی اب بھی دل سے معترف ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ جن میں میرے اہل خانہ اور برادران عزیز ہیں، اہل سلسلہ ہیں اور محبت کرنے والے رفقاء گرامی شامل ہیں۔

برادرم شمس الحق لدھیانوی ان تمام خیر کے کاموں میں تعاون کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی عمر اور حوصلے میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ ہماری ان تمام کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور خلق خدا کو اس سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

آپ کا

سید محمد امین

خادم سجادہ

آستانۂ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

تقریظِ جلیل

(شہزادۂ مخدوم سمناں حضرت سید شاہ علیم اشرف جائسی)

باسمہ تعالیٰ

جامع شریعت وطریقت امام شعرانی رحمہ اللہ کسی صوفی سے نقل فرماتے ہیں کہ ''جو ہماری راہ کا چلنے والا نہیں اس کے لئے ہماری کتابوں میں نظر ڈالنا حرام ہے۔'' (الیواقیت والجواہر، ۱:۲۲)۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر علم وفن کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں، اوران کی معرفت کے بغیر اس علم کا حصول ممکن نہیں، اور ایسا کرنے والا یا تو گمراہ ہوگا یا اس کا منکر ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا علم نہیں جس کی مصطلحات نہ ہوں اور پھر اس میں ان مصطلحات کی شرح وبیان کرنے کے لئے معاجم وقوامیس اور لغات نہ ہوں۔ اہل تصوف نے بھی اپنی اصطلاحات وضع کیں اوران کی شرح وبیان کا کام کیا۔ معرفت تصوف کے لئے ان اصطلاحات کی معرفت ضروری ہیں، اور یہ سلوک الی اللہ میں بھی معاون ہیں۔ لیکن صوفی ہونے کے لئے یہ کافی نہیں ہیں کیوں کہ تصوف ایک ذوقی تجربہ ہے، حضرت علی خواص فرماتے ہیں: ''اہل تصوف کی کتاب پڑھنے اوران کی اصطلاحات سے محض واقفیت کی بنیاد پر خود کو ہرگز صوفی نہ سمجھنا، تصوف صوفیہ کرام کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہے، کتاب وسنت سے ماخوذ صوفیانہ آداب سے مزین ہونے کا نام ہے۔'' (لطائف المنن والاخلاق، ۲:۱۴۹)۔

چوں کہ صوفیہ کی روحانی تجارب، کیفیات، مدرکات اور مواجید کو الفاظ کا

جامہ دینا تنگنائی زبان کے بس کا نہ تھا، لہٰذا اس فن شریف میں اصطلاح کی اہمیت دو چند ہوگئی۔ اور اس میں بڑے پیمانے پر وضع اصطلاحات کا کام ہوا تا کہ عام زبان میں نا قابل بیان احوال و کیفیات کی تعبیر کی جا سکے، اور پھر ان کی توضیح وتشریح کے لئے کتابیں لکھی گئیں، اس ضمن میں بعض کام مندرجہ ذیل ہیں:

۱- التعرف علی مذہب اہل التصوف، از امام ابوبکر کلاباذی، متوفی: ۳۸۰ھ/ ۹۸۷ء۔
۲- اصطلاحات الصوفیہ، از شیخ عبدالرزاق کاشانی، متوفی ۷۳۰ھ/ ۱۳۳۰ء۔
۳- معجم الکلمات الصوفیہ، از شیخ احمد نقشبندی خالدی، متوفی: ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۵۹ء۔
۴- المعجم الصوفی، محترمہ سعاد عبدالحکیم، پروفیسر یونیورسٹی آف لبنان۔
۵- الفاظ الصوفیہ ومعانیہا، از ڈاکٹر حسن محمد شرقاوی۔
۶- Sufi Terminology, The Mystical Language of Islam, Amatullah Arm Strong Chishti.

یہ چند نام ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر ہیں، ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہے، اور انہیں میں سے ایک اہم کتاب صاحب برکات ومنبع انوار وتجلیات حضرت اقدس سیدی شاہ برکت اللہ قادری مارہروی قدس سرہٗ متوفی: ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۳۰ء کی زیر نظر تصنیف ''چہار انواع'' بھی ہے۔ یہ کتاب 'بقامت کہتر و بہ قیمت بہتر' کی ایک عمدہ مثال ہے۔ جس میں بے حد سادہ اور دلنشین انداز میں تصوف کی مصطلحات، اس کے مقامات و معاملات اور صوفیہ کے اعمال و احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے ایک ایسا انوکھا طرز بیان اور منفرد منہج تشریح کو اختیار کیا گیا ہے کہ ان الفاظ و مصطلحات کے مفاہیم پوری طرح سے واضح ہو جاتے ہیں۔ مختلف طبقات اور مقامات کے اعتبار سے ان کے معانی کو بیان کرنے سے ان کے صوفیانہ معانی اپنے روشن ترین شکل میں ہمارے سامنے آ جاتے ہیں اور یہ منہج شرح و بیان اس کتاب کا ایسا وصف ہے جس میں یہ اپنی ہم نوع تمام کتابوں سے ممتاز و منفرد ہے۔

تمام محبان تصوف و وابستگان صوفیہ حضرت امین ملت زینت سجادہ خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ مداللہ ظلالہ الوارفہ کے سپاس گزار ہیں کہ یہ روحانی دولت ان کی بدولت ہاتھ آئی۔ کتاب کا ترجمہ اتنا سلیس ہے کہ ترجمے کا گمان نہیں گزرتا ہے اوراس کے حواشی اس قدر مفصل ومبسوط ہیں کہ کسی رہنمائی کی حاجت نہیں نظر آتی ہے۔**فجزاہ اللہ خیراً و أبقاہ للإسلام و أھل السنة ذخراً۔**

خاک پائے صاحب دلاں

سید علیم اشرف جائسی

شعبۂ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مقدمہ

صاحب البرکات مخدوم حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کا شمار ہندوستان کے قادریہ سلسلے کے اہم بزرگوں میں ہوتا ہے۔ گنگا جمنا کے میدان یعنی ''دوآبہ'' کے درمیان برج کے اس تہذیبی علاقے میں کوئی صوفی بزرگ شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے قد کو نہیں پہنچا۔ علوم شریعت کے ساتھ ساتھ صاحب البرکات علوم طریقت کے بھی بڑے عالم تھے۔ انہوں نے علوم ظاہر اور علوم باطن سے متعلق اپنے تجربات و مشاہدات پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ میں نے ان کتابوں کے مطالعے کا شرف حاصل کیا اور یہ کوشش کی کہ ان کو سمجھ کر آپ حضرات تک پہنچانے کی کوشش کروں۔ اب ہم مختصر طور پر شاہ برکت اللہ قدس سرہ کی حیات اور ان کی تصنیفات کا جائزہ پیش کریں گے۔

ولادت اور سلسلۂ نسب:

آپ کا اسم گرامی برکت اللہ، لقب صاحب البرکات اور تخلص عشقیؔ و پیمیؔ ہے۔ آپ کی ولادت ۲۶؍ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۰ھ کو پورب کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام، ضلع ہردوئی (اتر پردیش) میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوے سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے حضرت سید الانبیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نسب کی تفصیل یہ ہے:

سید شاہ برکت اللہ بن سید شاہ اویس بن سید شاہ عبد الجلیل بن میر سید عبد

الواحد بلگرامی (صاحب ''سبع سنابل شریف'') بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید شاہ ماہرو بن سید شاہ بڈھا بن سید کمال بن سید قاسم بن سید حسن بن سید نصیر بن سید حسین بن سید عمر بن میر سید محمد المعروف بدعوۃ الصغریٰ (جد قبائل سادات بلگرام) بن سید علی بن سید حسین بن سید ابوالفرح ثانی بن سید ابوفراس بن سید ابوالفرح (جد اعلیٰ سادات زیدیہ بلگرام وبارہا وغیرہما) بن سید داؤد بن سید حسین بن سید یحییٰ بن سید زید سوم بن سید عمر بن سید زید دوئم بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسیٰ المعروف بہ موتم الاشبال بن سید زید شہید بن حضرت امام زین العابدین المقلب بہ سجاد بن سید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین بن امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی مرتضیٰ زوج سیدۃ النسا فاطمہ زہرا بنت سید الانبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ کے شجر ہائے طریقت ذیل میں پیش ہیں۔

سلسلہ قادریہ قدیم (آبائی):

شاہ برکت اللہ، میر سید اویس، شاہ عبدالجلیل، میر عبدالواحد، شاہ حسین، شاہ صفی، مخدوم سعد بدھن، شیخ محمد مینا لکھنوی، سید راجو مخدوم جہانیاں، شیخ نورالدین علی، شیخ مجذوب صالح، شیخ کمال الدین کوفی، شیخ سعدالدین ابوالفتوح بغدادی، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ احمد اسود دینوری، شیخ ممشاد دینوری، شیخ ابوالعباس نہاوندی، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب عجمی، خواجہ حسن بصری، سیدنا مرتضیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرہ سلسلۂ چشتیۂ قدیمہ:

سید شاہ برکت اللہ، میر سید اویس، شاہ عبدالجلیل، میر عبدالواحد، شاہ حسین،

شاہ صفی، مخدوم سعد الدین بدھن، مخدوم شاہ محمد مینا، شیخ سارنگ سید راجو مخدوم جہانیاں، خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی، حضرت نظام الدین اولیاء، بابا فریدالدین گنج شکر، خواجہ بختیارالدین اوشی کا کی، خواجہ خواجگاں، حضرت معین الدین چشتی، خواجہ عثمان ہارونی، حاجی شریف زندنی، حضرت مودود چشتی، خواجہ ناصر الدین ابو یوسف، خواجہ محمد بن احمد، خواجہ ابواحمد ابدال، خواجہ ابواسحاق شامی، خواجہ ممشاد علو دینوری، خواجہ ہبیرہ بصری، حضرت حذیفہ مرعشی، حضرت ابراہیم ادہم، خواجہ فضیل عیاض، خواجہ عبد الواحد زید، خواجہ حسن بصری، امیر المؤمنین حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

خاندانی پس منظر:

زیدی سادات میں سے جس عظیم المرتبت شخصیت نے سب سے پہلے ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی وہ سیدالعارفین سید ابوالفرح رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے فاتح بلگرام سید شاہ محمد صغریٰ قدس سرہ سلطان شمس الدین التمش کے دور حکومت میں ہندوستان تشریف لائے اور سلطان کے مصاحبین میں شامل کر لیے گئے۔ صاحب ماثر الکرام لکھتے ہیں:

سید محمد صغریٰ قدس سرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہٗ کے مرید اور فضائل ظاہری و باطنی کے مجمع البحرین تھے۔ آپ کو دین کا کلمہ بلند کرنے، سنت زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے میں پوری مہارت تھی۔ آپ سلطان شمس الدین التمش کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے باکمال حال کو نوری لباس میں عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔

۶۱۴ھ میں آپ نے غازیان اسلام کے ساتھ بلگرام کا رخ کیا اور وہاں کے مشرک، سرکش اور متعصب راجا ''سری نام'' کے ساتھ معرکہ آرائی کی۔ اس معرکہ

میں اس کے اعوان وانصار اور اہل خاندان تہ تیغ کر دیے گیے اور بلگرام کفر کی آلائشوں سے پاک ہوکر اسلام کا حسین چمن زار بن گیا، اور یہاں سے اٹھنے والی ایمان کی باد بہاری نے باشندگان ہند کو رشد و ہدایت کی خوشبو سے شاد کام کیا۔ اسی چمنستان رشد و ہدایت کے گل سرسبد حضرت سید شاہ عبد الجلیل بن سید شاہ عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ نے بلگرام سے نقل مکانی کر کے مارہرہ مطہرہ کو اپنے وجود سے رونق بخشی اور تبلیغ وار شاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ آپ کی آخری آرام گاہ مارہرہ مطہرہ میں ہے، جو درگاہ بڑے پیر کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے بعد آپ کے چھوٹے صاحب زادے سید شاہ اویس بلگرامی قدس سرہ آپ کے جانشین ہوئے اور تعلیم و تربیت والد گرامی کی بارگاہ سے حاصل کی۔ چونکہ آپ کا قیام مارہرہ مطہرہ اور بلگرام شریف دونوں جگہ رہتا تھا لیکن وفات کے وقت بلگرام شریف میں تھے، اس لیے وہیں تدفین عمل میں آئی۔

تعلیم وتربیت:

حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کا زمانہ علوم وفنون کی ترقی کے لحاظ سے بہت ساز گار تھا۔ اورنگ زیب عالم گیر کو علوم اسلامی سے بہت دلچسپی تھی۔ ''فتاوی عالمگیری'' اسی دور کی یادگار ہے۔ صاحب البرکات کا دولت کدہ علمائے ظاہر اور علمائے باطن کی آماجگاہ تھا، آپ کے خاندان میں اسلامی علوم سیکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجد اور دیگر بزرگان خاندان کے آغوش تربیت و شفقت میں گزارا اور قرآن و حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ وغیرہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی، اس کے علاوہ عربی، فارسی اور سنسکرت کے کلاسیکی ادب کا مطالعہ بھی کیا، نیز گیتا، وید، اپنشد اور ہندو فلسفے کو بھی اچھی طرح سمجھا اور یہ اس لیے کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں میں دعوت و تبلیغ کے لیے ان کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ اور تفہیم ضروری ہے۔ ان کے وسیع مطالعے کا اندازہ ہمیں ان کی تصانیف سے ہوجاتا ہے جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عبادت وریاضت:

حضور صاحب البرکات بڑے عابد وزاہد تھے۔آپ مسلسل چھبیس ۲۶ سال تک صائم (روزے سے) رہے۔دن بھر روزے سے رہتے اور صرف ایک کھجور سے روزہ افطار کرتے۔جذبات واستغراق کا یہ عالم تھا کہ تین سال تک یہ حالت رہی کہ شب وروز میں صرف دوفلوس غذا تناول فرماتے اور چاولوں کے صرف پانی پر قناعت کرتے۔ہفتوں محویت طاری رہتی اور دنیا ومافیہا سے بالکل بے نیاز ہوجاتے۔ایک عرصے تک رات بھر بیدار اور مشغول عبادت رہے۔آپ کا معمول تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن شریف فرماتے اور عصر کی اذان ہونے پر اٹھتے۔نماز فجر سے لےکر اشراق تک اوراد ووظائف میں رہتے ،چاشت کے وقت مدرسہ میں تشریف لاتے اور مریدین وطلبہ کو درس دیتے،مغرب کے بعد سے لےکر عشا تک بادہ عرفان کی برکتیں بکھیرتے،یہی توجہ خاص تعلیم کا حصہ ہوتا تھا۔

حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی قدس سرہ سے اکتساب فیض:

شاہ برکت اللہ کو سید الاولیا،سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے عشق تھا،ظرف عالی کی سیری نہ ہوتی تھی،عشق کی آگ سے بے چین رہتے تھے۔اس دور میں کالپی کے بزرگ حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔باطنی اشارہ ملنے کے بعد صاحب البرکات کالپی شریف حاضر ہوئے۔مدرسہ (خانقاہ محمدیہ کالپی) کے داخلی دروازے پر شاہ فضل اللہ کالپوی کو منتظر پایا،شاہ کالپی نے صاحب البرکات کو سینے سے لگا لیا اور ’’دریا بہ دریا پیوست‘‘ کہتے ہوئے جملہ باطنی علوم منتقل فرما دیئے ،علاوہ ازیں سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ،نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور مداریہ بدیعیہ کی خلافت واجازت سے مشرف فرمایا۔ کالپی میں چند روز قیام کرنے کے بعد مارہرہ واپس جانے کا حکم ہوا۔

مارہرہ تشریف آوری:

حضور صاحب البرکات، مرشد گرامی کی بارگاہ سے فیوض و برکات حاصل کر کے والد گرامی کے وصال کے بعد بعہد اورنگ زیب عالم گیر مارہرہ شریف تشریف لائے اور اپنے جد امجد سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہٗ کی خانقاہ میں قیام فرمایا، مگر قوم گوندل کی شرانگیزیوں کی وجہ سے آپ نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ایک شب قسمت بیدار ہوئی، آپ کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی زیارت ہوئی اور آپ کو اس جگہ اقامت اختیار کرنے کی بشارت دی گئی جہاں فی الوقت درگاہ برکاتیہ موجود ہے۔ جس جگہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی وہ جگہ ایک تالاب کی شکل میں تھی، حکم کے مطابق ۱۱۱۸ھ میں شہر سے باہر اسی جگہ نئی آبادی کی بنیاد ڈالی گئی اور مسجد و خانقاہ تعمیر ہوئی، پھر حضرت نے اس جدید آبادی کا نام ''پیم نگر، برکات نگری'' رکھا اور اہل وعیال کے ساتھ ہمیشہ کے لیے وہیں اقامت پذیر ہو گیے۔

مسند تبلیغ وارشاد:

حضرت شاہ فضل اللہ کالپوی کی بارگاہ فیض بار سے حسنات و برکات حاصل کرنے کے بعد حضور صاحب البرکات نے مارہرہ مطہرہ میں آکر مسند تبلیغ وارشاد کو رونق بخشی اور رہنمائی خلق میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں گم گشتگان راہ وادی ضلالت سے نکل کر شاہ راہ ہدایت پر آ گئے۔ جب آپ کے روحانی کمال اور پاکیزہ شخصیت کا شہرہ دور دراز خطوں میں پہنچا، تو عوام سے لے کر خواص تک آپ کی بزرگی کے قائل اور طالب فیض ہونے لگے۔ بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالم گیر سے لے کر محمد شاہ بادشاہ تک حضرت کی خدمت میں نیاز نامے ارسال کرتے اور بکثرت نامور امراء اور وزراء دامن کرم سے وابستہ ہو کر داخل سلسلہ بھی ہوئے، جن میں نواب ثابت خان، نواب نصرت خان ناظم اکبرآبادی اور نواب جمال خان خاص

طور سے قابل ذکر ہیں۔

حضور صاحب البرکات، صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ ہم عصر تذکرہ نگاروں نے ان کی بہت سی کرامات کا تذکرہ کیا ہے۔ میں ''**الاستقامة فوق الكرامة**'' کے پیش نظر کرامات بیان کرنے سے گریز کررہاہوں۔

خلفاے گرامی:

آپ کے خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے مندرجہ ذیل حضرات بہت مشہور ہیں۔

(۱) شاہ عبد اللہ (۱۱۴۰ھ)، (۲) شاہ میم (۱۱۵۰ھ)، (۳) شاہ مشتاق البرکات (۱۱۶۷ھ)، (۴) شاہ من اللہ (۱۱۷۶ھ)، (۵) شاہ راجو (۱۱۴۳ھ)، (۶) شاہ ہدایت اللہ (۱۱۴۹ھ)، (۷) شاہ روح اللہ (۱۱۷۳ھ) وغیرہ۔

صاحب البرکات کی تصنیفی خدمات:

آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی جن میں سے کچھ کتابیں منظر عام پرآچکی ہیں، اور کچھ قلمی ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ آپ کی چند اہم تصنیفات کا تعارف پیش کررہے ہیں۔

مثنوی ریاض عشق:

یہ مثنوی فارسی میں ہے۔ تیس صفحات پر مشتمل اس مثنوی میں پانچ سو ایک اشعار ہیں۔ داخلی شہادت سے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ ۱۱۰۹ھ سے پہلے لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں تمثیلی پیرائے میں تصوف کی تعلیم دی گئی ہے۔ راہ سلوک کے مسافر کو منزل تک پہنچنے میں جو مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اس مثنوی میں اسی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حمد کے بعد نعت اور پھر صحابۂ کرام و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی منقبت بیان کی گئی ہے۔

دیوان عشقیؔ:

حضور صاحب البرکات جب عربی اور فارسی میں شاعری کرتے تھے تو عشقیؔ تخلص رکھتے تھے اور جب ہندی میں شاعری کرتے تھے تو پیمیؔ تخلص رکھتے تھے۔ دیوان عشقیؔ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر ''ریاض عشق'' میں جن صوفیانہ افکار کے بارے میں غور وخوض کر رہا تھا، وہ اب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں۔ نمونۂ کلام پیش خدمت ہے۔

بسوئے دلبر رعنا نگاہے کردہ ام پیدا
ز بازوئے گدائے وصل شاہے کردہ ام پیدا
سراغ منزل جاناں نہ دیدم ہر طرف گشتم
بہ چاک سینہ اکنوں طرفہ راہے کردہ ام پیدا

ترجیع بند:

اس کی تصنیف ۱۱۰۹ھ سے پہلے کی گئی۔ اس کے مطالعے سے شاعر کے ذہنی اور روحانی ارتقا کا علم ہوتا ہے۔ جس حقیقت کی تلاش میں وہ سرگرداں تھا وہ اسے حاصل ہو چکی ہے اور وہ ذہنی کشمکش سے نجات حاصل کر چکا ہے۔

عوارف ہندی:

یہ ۳۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس میں صاحبان حال کے وجدان کی تشریح اتنے اچھے پیرائے میں کی گئی ہے کہ پڑھنے والا آسانی حقیقت کی منزل تک پہنچ جائے۔

پیم پرکاش:

پیم پرکاش کا مطلب ہے عشق کی روشنی، شاہ برکت اللہ کی تصانیف میں اس کا بہت اونچا درجہ ہے۔ یہ شاہ صاحب کی ہندی شاعری کا مجموعہ ہے جو ۱۱۰۹ھ میں مکمل ہوا۔

چہار انواع:

یہ کتاب شاہ برکت اللہ کی اہم تصانیف میں سے ہے۔ یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

ان کے علاوہ بیاض باطن، بیاض ظاہر، رسالہ تکسیر، رسالہ سوال و جواب، وصیت نامہ، وغیرہ اور بھی کتابیں ہیں، جن کا تعارف لکھنے سے مضمون بہت طویل ہو جاتا اس لیے اسے ترک کیا جارہا ہے۔

وصال اور مزار مبارک:

مخدوم صاحب البرکات کا وصال شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ کو مارہرہ میں ہوا۔

علامہ آزاد بلگرامی نے مندرجہ ذیل مصرع سے تاریخ وصال نکالی ہے۔ ع

فنا فی اللہ شد آں پیر محرم

۱۱۴۲ھ

نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ والی فرخ آباد نے ناظم حکومت شجاعت خاں کے زیر اہتمام شاہ برکت اللہ کا روضہ تعمیر کرایا جو اب ''درگاہ شاہ برکت اللہ'' کے نام سے موسوم ہے۔

حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کے نصائح:

بندگان خدا کو چاہئے کہ وہ خدا کی یاد میں مشغول رہیں اور سلوک وفقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔ بزرگوں کے مقام پر قائم رہیں اور دنیا داروں کے گھروں کی طرف رخ بھی نہ کریں۔زیارت قبور کے لئے ضرور ضرور جائیں۔صاحب دل علما اور وہ علما جن کا ظاہر دین اور دیانت داری سے آراستہ ہو، ان کی خدمت میں ضرور ضرور حاضر ہوں۔ایسے علما اور قبور کی زیارت کو کونین کی سعادت سمجھیں۔اپنے

کسی کام یا مطلب سے کسی حاکم یا کسی بھی شخص کے پاس نہ جائیں اس لیے کہ کاموں کا بنانے والا رب تبارک وتعالیٰ ہے اور وہی کافی ہے۔ مخلوق کے کام کے لیے ہر شخص کی منت وسماجت اور خوشامد کریں اس لیے کہ یہ ثواب ہے۔

ہر حال میں اللہ کی یاد کرتے رہو اور ہر لمحہ

"فَفِرُّو اِلَی اللّٰہ

لَا تَقْنَطُوا مِن رَحْمَةِ اللّٰهِ

التَّوَکُّلُ عَلَی اللّٰهِ"

دل، جان اور زبان پر جاری رکھو، شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرو۔ دین کے کسی بھی معاملے میں چاہے کتنی بھی پریشانیاں اور مصیبتیں اٹھانا پڑیں، برداشت کرو۔ جَاهِدُ وا فِی سَبِیْل اللّٰهِ.

جہاد اکبر اپنے آپ سے جہاد کرنا ہے یعنی خود کو کبھی آرام نہ دے تا کہ آرام پائے۔ اپنے نفس سے ہمیشہ لڑتے رہو یعنی نفس (امارہ) جو کچھ کہے اس کی مخالفت کرو۔ اپنے کسی معاملے میں عدالت کی طرف نہ جاؤ اور دنیاداروں پر ہرگز ہرگز بھروسہ نہ کرو اور نہ ان کے محتاج بن کر رہو۔

رسالہ چہار انواع:

شاہ برکت اللہ کی اہم تصانیف کے اجمالی جائزے میں رسالہ "چہار انواع" کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

یہ رسالہ اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس کی تاریخ تصنیف ۴؍ذی الحجہ ۳۰ چہار انواع جلوس بہادر شاہی (۱۱۷۱ء) بروز بدھ ہے۔

یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں صوفی کے روزے، نماز، حج اور زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں صوفی کے کھانے، گفتگو کرنے، سونے اور مخلوق الٰہی سے تعلقات کی نوعیت کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں صوفی کے دیکھنے

سننے، سخاوت اور خاموشی کا تذکرہ ہے۔ چوتھے باب میں درویش، فقیر، عوام، عابد، سالک اور کامل کی بطرز صوفیا تشریح کی گئی ہے۔ چوتھے باب کے بعد مصنف نے اپنے صاحبزادگان سید آل محمد اور سید نجات اللہ کو نصیحتیں کی ہیں اور ان پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔ یہ نصائح ایک صحت مند عوامی زندگی کے لئے بہترین ہدایت نامہ ہے۔

چہار انواع کا ترجمہ اگلے صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔

مترجمین نے اپنی پوری صلاحیت صرف کی ہے کہ سادہ، رواں اور عام فہم ترجمہ پیش کرسکیں۔ اس سلسلہ میں ہم دونوں کہاں تک کامیاب ہوئے؟ اس کا فیصلہ قارئین کرام فرمائیں گے۔

میں اس مصرع کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں ؏

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

سید محمد امین قادری

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ (بڑی سرکار)

مارہرہ شریف، ایٹہ

چہار انواع

دیباچہ

وہ ایسا بے مثل کہ اپنی چار صفات نور، علم، وجود اور شہود سے مثلیت اور اصلیت میں جلوہ فرمایا۔ظہور احدیت (یکتا ہونا) ایسا کہ چار جوہر یعنی عشق، روح، عقل اور نفس سے اپنے کو امثال میں لایا۔عصمت مآب ایسا کہ اپنی الوہیت (خدائی) کے اظہار کے لیے اسم جلالت ''اللہ'' کے چار حروف سے ہویدا (ظاہر) ہوا۔اور اپنی تقدیس (پارسائی) میں کوئی تفاوت (برابری) قبول نہ کیا۔جیسی خوبیاں اور پاکیاں پہلے تھیں ویسی ہی اب بھی ہیں اور (ہمیشہ رہیں گی)۔خبیر ایسا کہ چار فرشتوں [۱] کو اپنا قرب خاص عطا فرمایا۔علیم ایسا کہ چار کتابیں چار پیغمبروں [۲] پر نازل فرمائیں۔حکیم ایسا کہ چار مختلف مزاجوں [۳] کے درمیان موافقت بخشی۔فیاض ایسا کہ عالم کے چاروں کنارے [۴] اس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔اور صانع ایسا کہ چار موسموں یعنی برسات، بہار، سردی اور گرمی سے دنیا کا کاروبار بڑھایا۔

مناجات

اے اللہ! اپنے پیارے محبوب مُحَمّد رسول اللہ ﷺ کے طفیل، جو چاروں مقامات یعنی شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے ہادی ہیں، میرے دل کی اپنی طرف رہنمائی فرما۔ اے میرے خدا! لفظ محمد کے چاروں حروف کی قبولیت کے طفیل اپنی راہ میرے دل پر ظاہر فرما۔ اے میرے رب! محمد رسول اللہ ﷺ کے چاروں یاران۵ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی دوستی کے صدقے میں میری جان کو اپنے غم سے آشنا کر دے۔ اے میرے خدا! کعبہ شریف کے چاروں ستونوں٦ کے ناموں کے صدقے میں میری جان کو اپنا غم عطا فرما۔ تیری ذات ہے کہ جس نے انسان کے بدن میں چار دروازے کان، مُنہ، آنکھ اور ناک کشادہ کیے۔ تو وہ ہے جس نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں چار نہریں٧ جاری کیں۔ اے اللہ! تو اپنے کو مجھے عطا فرما دے، اور مجھے اپنا بنا لے۔ اس خودی کو بے خودی میں تبدیل کر دے، اور اس بے خودی کو اپنی خودی سے بدل دے۔ ہم حاضر ہونے کے باوجود غائب ہیں، اور تو غائب ہونے کے باوجود حاضر ہے۔ اپنے اس غائب کو ہماری حاضری پر ظاہر کر دے، اور اپنی حاضری سے ہمارے غائب ہونے کو جلوہ عطا فرما دے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [آل عمران:۲٦]۔

ترجمہ: تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ (دست قدرت میں) ہے، بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

برکت اللہ اویس حسینی الواسطی (صاحب کتاب) کہتا ہے کہ ایک مدت سے

اپنے دل میں اس گفتگو کی تکرار کرتا تھا اور اس کا حل ڈھونڈ ھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اللہ کے فضل سے چند روز میں ہی اس کا جواب مل گیا۔ اس کے علاوہ اسلاف کرام کی کتابوں اور نورانی سینے والے اولیائے کرام کی صحبت میں جو دیکھا اور سنا، وہ سب میں نے اس مختصر رسالے میں پیش کر دیا اور اس کا نام ''چہار انواع'' رکھا یہ رسالہ بروز چہار شنبہ (بدھ) چار ذوالحجہ، سال چہار جلوس بہادر شاہی (۱۷۱۱ء) کو مکمل ہوا۔

مجھے پوری امید ہے کہ تسمیہ ؒ کے چار نقطوں کی برکت سے اس رسالے کو عوام وخواص پسند کریں گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم واحسان سے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کے الفاظ ''ابجد'' کے چاروں حروف (ا.ب.ج.د) کی برکتوں سے مومنین کی زبانوں پر جاری ہوں گے، کہ ان حروف میں عشق وعقل کا سوز وساز ہے۔ میں نے ان معانی کو چار فصلوں میں بیان کیا ہے، اور ہر فصل میں چار مقدمے ہیں اور ہر مقدمہ کو چار قسم کے نقش ونگار سے سجایا ہے۔ اس کتاب کو مقبولیت عام حاصل ہو تو یہ خدا کا فضل وکرم ہی ہوگا، جو ایک ہے اور بے نیاز ہے۔

فصل اوّل:

اس میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا بیان ہے۔

فصل دوم:

اس میں کھانے، گفتگو کرنے، سونے اور مخلوق کے ساتھ رہنے کا بیان کیا ہے۔

فصل سوم:

اس میں دیکھنے، سننے، سخاوت اور خاموشی کا بیان ہے۔

فصل چہارم:

اس میں سفر، حالت فقر، متفرقات اور نصیحتوں کا بیان ہے۔

لیکن ان اعمال کا نتیجہ اسی وقت ظاہر ہوگا اور ان افعال کے راستوں کی

پذیرائی (قبولیت حاصل) ہوگی جب طہارت کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ طہارت کی چار قسمیں ہیں۔

۱- طہارت بدنی:

اس طہارت کا حکم تمام ایمان والوں کے لیے ہے، قرآن عظیم کے ارشاد کے مطابق اس میں چار فرض ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ [المائدۃ:٦]۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منھ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

۲- وضوئے قلب:

اس کی شرح اہل دل حضرات پر روشن ہے۔

۳- روح کو جلا (روشنی) بخشنا اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا پانا:

حقیقت میں یہی پاک وضو ہے۔

۴- اپنی ہستی سے وضو:

اس لیے کہ ہستی کی گندگی ایک بڑی نجاست ہے۔ جیسے شریعت مطہرہ میں تھوڑی سی ناپسندیدہ نجاست کو دور کرنا ضروری ہے، ایسے ہی حقیقت میں ذرا سی بھی نامناسب ہستی سے وضوئے کامل لازمی ہے۔

آنہا کہ سر بسجدۂ وحدت فرو کنند
گر یاد دوست سینہ خراشد وضو کنند

(وہ لوگ جو وحدت کے سجدے کے لیے اپنے سروں کو جھکاتے ہیں، جب دوست کی یاد سینہ خراشی کرتی ہے تو وہ وضو کرتے ہیں)۔

پہلا باب

اس باب میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا بیان ہے

نماز

نماز چار قسم کی ہوتی ہے۔

(الف) عوام کی نماز:

عوام کی نماز عادت کے طور پر ہے۔ ع

ہزارسال عبادت کند نمازی نیست

(ہزار برس بھی عبادت کرے مگر نمازی نہیں)۔

دوسرے کا کہنا ہے

نہ ہمیں شستن برخاستنت ہست نماز

دل چوں حاضر نہ بود جنبش بیکار چہ سود

(تیرا اس طرح دھونا اور اٹھنا (یعنی ظاہری وضو میں ہاتھ پیر کا دھونا اور نماز میں رکوع وسجود میں اس طرح اٹھنا نماز نہیں) اگر دل حاضر نہ ہو تو اس جنبش بیکار سے کیا فائدہ)۔

لَا صَلوٰۃ اِلّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ[۱] (دل کو حاضر کیے بغیر ہرگز نماز نہیں)۔

(ب) عابد کی نماز:

عابد کی عبادت کو "صلوا خمسکم"[۲] (پانچوں نمازیں پڑھا کرو) کے

حکم سے کرتے ہیں۔

(ج) سالک کی نماز:

سالک کی نماز دائمی ہوتی ہے، ان کی نماز سوتے جاگتے کبھی قضا نہیں ہوتی بلکہ ہر لمحہ ادا ہوتی ہے۔

در کوئے خرابات کسے را کہ نیاز ست
ہشیاری و مستیش ہمہ عین نماز ست

(جس شخص کو نیازی کا شرف حاصل ہے وہ خرابات کے کوچہ میں چاہے ہوشیار ہو یا مست، اس کی ہوشیاری اور مستی دونوں عین نماز ہیں)۔

نہیں نہیں بلکہ ع

نماز عاشقاں ترک وجودست

(عاشقوں کی نماز اپنے وجود کا چھوڑ دینا ہے)۔

(د) کامل کی نماز:

کاملین کی نماز نہ یہ ہے اور نہ وہ

قیام و قعدہ و تکبیر و نیت
ہمہ محو ست در عین معیت ۳؎

(قیام، قعدہ، تکبیر اور نیت یہ سب عین معیت میں گم ہیں)۔

کامل کی نماز کو صرف اشاروں میں بیان کیا جا سکتا ہے، صاف صاف بتانے کی کسی میں طاقت نہیں۔ یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ ولایت کے پانچوں مقامات میں جو حضرات کامل ہیں وہ ہر جگہ ساجد بھی ہیں اور مسجود بھی ہیں، یہی نماز ادا کرنے والے قابل تعریف ہیں اور اسی مقام سے ''**صلوا خمسکم**'' کے اصل معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ نماز پانچوں مقامات ولایت میں ہر ایک میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ حسین بن منصور ؒ رحمۃ اللہ علیہ ہر رات پانچ سو رکعات نفل نماز پڑھتے تھے۔

کسی نے سوال کیا کہ آپ تو ''اَنَـا الْحَق ''کا دعویٰ کرتے ہیں پھر نماز کس کے لیے پڑھتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

''نماز خویش می گذارم''

(اپنی نماز ادا کرتا ہوں)

اور پھر ایسا کیوں نہ ہو؟ معنوی منزلوں کے سیاح جس جگہ بھی پہنچتے ہیں اس کے موافق کام کرتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ جب عالم ناسوت۵ میں جلوہ فرما ہوئے، تو راتوں میں طویل قرأت سے بھی آسودہ نہ ہوئے۔ ''حَتّٰـــی تَـــوَرَّمَـــتْ قَدماه'' (یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک سوج گئے)۔

در ہر پیر زن منیر و پیمبر

کہ اے زن در دعاہا یا دم آور

(ہر روز بڑھیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی تھی۔ اے بڑھیا! کیا یہ سب اس لیے تھا کہ دعاؤں میں یاد آئے؟)۔

اور جس وقت حضور مقبول ﷺ نے مقام علوی کو رونق بخشی اس وقت ''مـن رآنی فقد رأى الحق''٦ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تبارک وتعالیٰ کو دیکھا) ارشاد فرمایا اور آپ اس کے حق دار بھی تھے، کیوں کہ آپ ذات باری تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام ہو۔

روزہ

روزہ چار قسم کا ہوتا ہے۔

(الف) عوام کا روزہ:

عوام کا روزہ غروب آفتاب کا انتظار اور بے فائدہ خواہش ہے۔

(ب) عابد کا روزہ:

عابد کا روزہ "صوموا شهر کم" ۷؎ (پورے ماہ کے روزے رکھو) کے حکم کے مطابق ہے۔

(ج) سالک کا روزہ:

سالک کے روزے کا تعلق دل سے ہوتا ہے یعنی اس کا دل کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ چاہے دن بھر کھائے پیئے مگر اس کا روزہ قضا نہیں ہوتا۔

(د) کامل کا روزہ:

کامل کا روزہ ان تمام روزوں سے الگ ہوتا ہے "صوموا لرؤیته" ۸؎ (اسے دیکھ کر روزہ رکھو) کامل کے روزے کی تشریح ہے۔

زکوٰۃ

زکاۃ چار طرح کی ہوتی ہے۔

(الف) عوام کی زکاۃ

عوام کی زکاۃ اپنے مال کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے تا کہ کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔

(ب) عابد کی زکاۃ:

عابد کی زکاۃ حکم الٰہی کی پیروی پر موقوف ہے۔ "زکوا مالکم" ۹؎ (اپنے مال کی زکاۃ دو)۔

(ج) سالک کی زکاۃ

پانچ کو چھوڑ کر باقی سب راہِ خدا میں صرف کر دینا سالک کی زکاۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہزار خزانوں کی دولت سے بہتر ہے۔

"لَنْ تَنَا لُوْاالْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْ امِمَّا تُحِبُّوْن"(آل عمران:۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

سیدنا جنید بغدادی ۱۰؎ قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے عوام نے سوال کیا کہ آپ کو جومقام ملا وہ کس بات سے حاصل ہوا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: **بقطع المالوفات و بترک المستحسنات** (پسندیدہ اور مانوس چیزوں سے علیحدگی اور اچھی چیزوں کے ترک سے)۔

مولائے روم ۱۱؎ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ناں دہی از بہر حق نانت دہند
جاں دہی از بہر حق جانت دہند (۱)
اللہ اللہ زود بفروش و بخر
قطرہ دہ بحر پر گوہر بخر (۲)

(۱) اللہ تعالیٰ کے لیے اگر تم روٹی دو گے تو وہ تمہیں کامل رزق عطا فرمائے گا اور اگر اس کی راہ میں جان دو گے تو وہ تمہیں حقیقی طاقت وقوت عطا فرمائے گا۔

(۲) یہ خرید وفروخت کیا ہی خوب ہے۔ جلد سے جلد یہ خرید وفروخت کرلو، اس کی راہ میں ایک قطرہ دے کر جواہرات سے بھرے سمندر جلد از جلد خرید لو)۔

(د) کامل کی زکاۃ:

کامل کی زکاۃ دراصل خودی کو دے دینا اور اپنے کو رکھ لینا ہے۔

میں کہتا ہوں:

خودی کز خود بود آں خود نمائی ست
خودی کز بے خودی آید خدائیست

(وہ خودی جو اپنے آپ سے آئے وہ خود نمائی ہے اور وہ خودی جو بے خودی

سے ظاہر ہو وہ خدائی ہے)۔

بے ہمہ اور با ہمہ اس کی شان اور ظاہر و باطن میں ایک ہی جیسا رہنا اس کا وجدان ہے۔

"**ھوا لظاھر وھو الباطن**" (وہی ظاہر ہے اور وہی باطن)۔

اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ نیک اسباب سے دیا جاتا ہے اور یہ خودی تو بری بلا ہے اور بری چیز کا صدقہ کرنے میں تردد معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب شریعت مطہرہ میں موجود ہے، اگر سچ پوچھو تو اس مقام پر خودی کا صدقہ دینا اس مال کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے جو خودی کی جانب سے ہو۔

تا ہستی تست باتو در پوست
ہے ہے نہ ترا حکایت اوست (۱)
نمود کفر دریں رہ زخود نمائی بہ
بنزد ماز خودی دعوی خدائی بہ (۲) ۱۲

(۱) جب تک تیری ہستی تیرے ساتھ پوست میں ہے، خبردار اس کی حکایت میں تیرا کوئی حصہ نہیں۔

(۲) اس راہ میں کفر کی نمائش خودنمائی سے بہتر ہے، ہمارے نزدیک تو اس خودی سے دعویٰ خدائی بہتر ہے (اس لیے کہ اس راہ میں خدائی کا دعویٰ وہی کرتا ہے جس کی خودی مٹ جاتی ہے)

حَج

حج بھی چار طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) عوام کا حج:

عوام کا حج اس شعر سے ظاہر ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکانست

(اے اعرابی مجھے خوف ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچ پائے گا، اس لیے کہ تو نے جو راستہ چنا ہے وہ تو ترکستان کی طرف جاتا ہے)۔

اس موقعہ پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک حاجی حج سے واپس آرہا تھا، ساتھ میں اس کا نوکر بھی تھا، جب دونوں ایک منزل پر پہنچے تو نمک کی ضرورت پیش آئی۔ حاجی نے اپنے نوکر سے کہا کہ دکاندار سے کہو کہ میرا مالک حاجی ہے تھوڑا سا نمک دے دو۔ نوکر گیا اور نمک لے کر واپس آ گیا۔ دوسری منزل پر بھی نمک کی ضرورت پڑی تو آقا نے نوکر سے کہا کہ دکاندار سے کہو کہ میں (نوکر) حاجی ہوں۔ غلام نے دکاندار سے کہا اور نمک لے کر واپس آ گیا، تیسری منزل پر بھی نمک کی ضرورت پیش آئی، آقا نے نوکر کو نمک لانے کا حکم دیا۔ نوکر نے جواب دیا: پہلے دن آپ کا حج بیچ کر نمک لایا اور دوسرے دن اپنے حج کے بدلے نمک لایا، اب کوئی حج نہیں بچا جس کے بدلے نمک لاسکوں۔

(ب) عابد کا حج:

عابد کا حج ''حجوا بیتکم'' کے حکم سے ہوتا ہے۔

(ج) سالک کا حج:

سالک کا حج دراصل دل کی زیارت ہے۔ پیر ہرات[۱۳] قدس سرہ فرماتے ہیں: ''کعبۂ دل ساختہ رب خلیل ست و کعبۂ گل پرداختۂ ابراہیم خلیل، آں از جان و دل ست و ایں از آب و گل۔'' (کعبہ دل رب جلیل کا بنایا ہوا ہے اور کعبۂ گل (مٹّی) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سنوارا اور بنایا ہوا ہے۔ کعبۂ دل، جان و دل سے ہے اور کعبہ گل مٹّی اور پانی سے ہے)۔

بطواف کعبہ چہ سری زنی خدا ایں جاست
براہ مروہ چہ دم می زنی صفا ایں جاست[۱۴]

(طواف کعبہ میں حد سے زیادہ کوشش کیوں کر رہے ہو، ارے خدا یہاں (قلب مومن میں) ہے۔تم مروہ کے راستے کے بارے میں بات کرر ہے ہوصفا تو اس جگہ ہے۔)

(د) کامل کا حج:

کامل کا حج اپنی زیارت ہے۔''**من عرف نفسه**''۱۵؎ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ بے شک یہی ''حج اکبر'' ہے اس لیے کہ "**الانسان بنيان الرب**"۱۶؎ (انسان رب کریم کی عمارت ہے)۔

درحقیقت ولی اسے کہتے ہیں جو اپنے وجود کا والی ہو اور ''**حجوا بيتكم**'' (بیت اللہ کی زیارت کرو) کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے گھر کے زائر بنو۔

دوسرا باب

اس باب میں کھانے، گفتگو کرنے، سونے اور مخلوق کے ساتھ رہنے کا بیان ہے

کھانا

(الف) عوام کا کھانا:

عوام کے کھانے میں شکم سیری (پیٹ بھر کھانا)، بدن کی تندرستی اور مزاج نفسانی کی تقویت (مضبوطی) مقصود ہوتی ہے۔

''اُولٰئِکَ کَالاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلاً''(اعراف: ۱۷۹)

ترجمہ: وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

یہ انھیں لوگوں کے متعلق ہے اور

''مِنْکُمْ مَنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیا''(آل عمران: ۱۵۲)

ترجمہ: تم میں کوئی دنیا چاہتا ہے۔

اس کا ثبوت ہے۔

چوں گرسنہ می شوی سگ می شوی
تند و بدکردار و بدرگ می شوی (۱)

چوں کہ گشتی سیر مردار بے شوی
بر زمیں افتادہ دیوارے شوی (۲)

(۱) جب تو بھوکا ہوتا ہے تو تیری حالت کتے کی طرح ہو جاتی ہے، اس وقت تند و تیز، بدکردار اور کمینہ بن جاتا ہے۔

(۲) جس وقت تیرا پیٹ بھرا ہوتا ہے تو تو مردار ہو کر زمین پر گر جاتا ہے اور دیوار کی طرح اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔

(ب) عابدوں کا کھانا:

عابدوں کی خوراک حلال روزی ہے اور وہ بھی بس اتنی کہ عبادت میں آسانی ہو اور اس سے نفس آسودہ نہ ہو۔ انھیں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''مِنكُم مَنْ يُّرِيْدُ الاٰخِرَةَ'' (آل عمران:۱۵۲)

ترجمہ: تم میں کوئی آخرت چاہتا ہے۔

(ج) سالک کی خوراک:

سالک کی خوراک ''**وافطروا برؤیتہ**''[۱] (اور صرف اس کے مشاہدے سے سیری حاصل کرو) ہے اور اس کے علاوہ ''**الجوع طعام الصدیقین**'' (بھوک صدیقین کی خوراک ہے) اس کے لیے نعمت ہے اور وہ خون جگر کو اپنی خوراک بناتا ہے۔

(د) کامل کی خوراک:

کامل کا کھانا خود بخود نہیں ہوتا۔ اس معاملے کی زیادہ تشریح ممکن نہیں ہے، (اللہ کے کرم سے) جس نے اسے سمجھا اسی نے سمجھا، ہر شخص کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

ایک قصّہ مشہور ہے کہ سہنس گوپی نے ایک فقیر کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے اور اس کو کھلایا، اس جگہ ایک بہت گہرا دریا تھا۔ گوپی نے فقیر سے عرض کیا کہ میں اس دریا کو کیسے پار کروں؟ فقیر نے کہا: دریا کے کنارے پر جا کر کہو کہ اس فقیر

نے ایک مدت سے کوئی چیز نہیں کھائی۔ گوپی نے فقیر کا قول دہرایا اور دریا پار کر لیا۔

اس منزل میں رزّاقی اور مرزوقی کا حساب دوسرا ہے، یہ وہ مقام ہے جسے ''اَبِیتُ عِندَ رَبِّی وھُوَ یُطعِمُنِی وَ یَسقِینِی''[۲] (میں تو رات اپنے رب کے پاس گزارتا ہوں، وہ مجھ کو طعام انوار سے سیر اور جام محبت سے سیراب فرماتا ہے) کے مقام سے سمجھنا چاہئے۔

''مَنْ رَاٰنِیْ فقد رأی الحق'' (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تبارک و تعالیٰ کا مشاہدہ کیا۔) اس مقام کی تائید کرتا ہے، اس لیے کہ ''اَبِیتُ'' میں متکلم کی ''تاء'' باقی ہے (یعنی میں نے انکار کیا) اس میں ابھی ''میں'' باقی ہے فنا نہیں ہوئی، مگر ''راٰنی'' میں متکلم کی ''یا'' وحدت پر محمول ہے (یعنی یہاں خودی مٹ گئی ہے) اس معاملے کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہے، سرکار دو عالم ﷺ ہر مقام کے صدر نشیں ہوئے اور ہر مقام سے کلام فرمایا ع

و ہر کجا مقام نمائی دیار تست

(تو ہر جگہ قیام پذیر دکھائی دیتا ہے اور یہ سب تیرے ہی دیار ہیں)۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر درود و سلام ہو۔

گفتگو کرنا

(الف) عوام کا بولنا:

عوام کی گفتگو نفس کے جوش اور شیطان کے وسوسے سے ہوتی ہے اور اس کا مفہوم بالکل صاف ہے۔

(ب) عابدوں کا بولنا:

عابدوں کی گفتگو اس طرح کی ہوتی ہے کہ کوئی غیر شرعی بات زبان پر نہیں آتی اور اگر بھول سے کوئی غیر شرعی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ ہر شخص کو دین و اسلام کی نصیحتوں سے مالا مال کر کے ناصحین کی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

"**الدنیا ملعون ما فیھا الا ذکر الله واعانه**" [۳] (اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی مدد کے علاوہ دنیا و مافیہا کی ہر چیز ملعون و مردود ہے)

(ج) سالک کی گفتگو:

سالک کی گفتگو کا تعلق دل کے ساتھ ہے، وہ یا تو دل سے گفتگو کرتا ہے یا دل کے لیے گفتگو کرتا ہے۔ میں نے اس معاملے کو یوں پیش کیا ہے:

پا خودم جنگ ست با کس گفتگو در کار نیست
دیدہ حیرانست دیگر جستجو درکار نیست

(میں خود سے جنگ کر رہا ہوں کسی دوسرے سے گفتگو کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے، میری نظر حیران ہے مگر کسی اور کی تلاش نہیں)۔

"نزہتہ الارواح" میں ہے "عاشقاں را گفتگو ست کہ خبر بگوشۂ ابرو نتواں دانست" (عاشقوں کی گفتگو ایسی ہوتی ہے کہ اس کی خبر ابرو کے کناروں کو بھی نہیں ہوتی)۔

بے واسطۂ گوش و زباں از طرف چشم
بسیار سخن بود کہ گفتیم و شنیدیم

(زبان اور کان کی مدد کے بغیر آنکھوں ہی آنکھوں میں کتنی بار ایسی گفتگو ہوئی جو میں نے کی اور سنی)۔

(د) کامل کی گفتگو:

"بـی ینطق" (وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے) سے کامل کی گفتگو کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

نے کہ ہردم نغمہ آرائی کند
فی الحقیقت از دم نائی کند

(بانسری ہر وقت نغمہ سرائی کرتی دکھائی دیتی ہے، درحقیقت وہ جدائی کی سانسیں ہیں جو نغموں کی صورت میں سنائی دیتے ہیں)۔

بلکہ کاملین کی گفتگو کو بانسری سے بھی تشبیہ نہیں دے سکتے، کیوں کہ کامل تو اپنے آپ سے محوِ گفتگو ہوتا ہے ؏

کس نیست دریں میان تو خوش باش

(تو خوش رہ کہ تیرے مابین کوئی دوسرا نہیں ہے۔)

دوسرے صاحب کا کہنا ہے ؎

رفت مسعود بک جملہ صفات بشر
آنکہ ہمہ ذات بُد ماز ہمہ ذات شد ؎

(مسعود بک کی جملہ بشری صفات دور ہو گئیں۔ پہلے بھی وہی کامل ذات تھی اور اب بھی وہی کامل ذات ہے)۔

سونا

سونا چار طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) عوام کا سونا:

عوام کے سونے کا مفہوم واضح ہے ؏

اے کہ پنجاہ رفت و در خوابے

(اے انسان! تو پچاس برس کا ہوگیا مگر ابھی تک سویا ہوا ہے)

یعنی وہ بیداری میں بھی سویا ہوا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس کا شمار حیوانات میں ہوتا ہے۔

(ب) عابد کی نیند:

عابد کی نیند اطاعت اور فرماں برداری کے ارادے پر موقوف ہے۔

''**القیلولة وهو النوم وقت الا ستواء وهویورث الغناء**''(قیلولہ دو پہر کے وقت سونا ہے یہ بے نیازی کا باعث اور سبب ہے)

(ج) سالک کی نیند:

سالک کی نیند کو خدا کی یاد سے غافل ہونا کہا جا سکتا ہے، ورنہ اس مقام پر نیند کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور پھر ایسا کیوں نہ ہو ع

آں را کہ غم یار بود چوں خسپد

(جس کو محبوب کا غم ہو وہ کیسے سوئے)

اس کی منظر کشی کرتے ہوئے کسی نے کہا:

دیدہ راکردی سپید از انتظار ما مپرس

صبح ما را دیدی ازشب ہائے تار ما مپرس

(ہمارے انتظار کے بارے میں نہ پوچھو، ہم نے محبوب کے انتظار میں اپنی آنکھیں سفید کر دی ہیں۔ ہم کو صبح کے وقت دیکھو رات کی سیاہی کے بارے میں سوال نہ کرو)۔

نہیں نہیں بلکہ سالک کا خواب دراصل اپنی نفی میں متر دد ہونا ہے۔

(د) کامل کی نیند:

کامل کی نیند کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت بایزید بسطامی[۵] رحمۃ

اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ قافلہ جارہا ہے اور آپ سورہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مرد کوتمام رات سونا نہیں چاہئے اور صبح کے وقت سے پہلے اپنی منزل پر پہنچ جانا چاہئے ع

زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیدار یست

(کاملین کے خواب کے مراتب کتنے اونچے ہیں، ان کا سونا جاگنے سے بدرجہا بہتر ہے)۔

ایک دن سونے اور جاگنے کے مسئلے پر بحث ہورہی تھی کہ ہمدان۶ کا ایک باخبر سیاح بھی وہاں پہنچ گیا، اس نے کہا کہ ''مردوہ ہے جو نیند میں بھی بیدار ہو۔''

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں وحی آتی تھی۔

''نَوْمُ العَالِمِ عِبَادة''۷ (عالم کا سونا عبادت ہے) کا یہی مطلب ہے۔

احمد نت اونگھے رہیں لوگ جانیں اونگھانھ

بورا لوگ نجانیے اونگھیں اونگھیں جانھ ۸

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کامل جب عالم ملکوت۹ میں تخت نشین ہوتا ہے تو عالم ناسوت۱۰ سے بےخبر ہوتا ہے۔ یعنی عالم ناسوت سے خواب میں ہوتا ہے اور جب وہ مقام جبروت۱۱ پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو عالم ملکوت سے بےخبر ہوتا ہے۔ مقام علوی۱۲ تک کا اندازہ اسی طرح سے کریں۔

''کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاء'' (عائشہ! بتاؤ کیا بات ہے؟) سے اس معاملے کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے۔ نادان کا حال اس کے برخلاف ہے۔ نادان مقام علوی سے غافل اور سوئے ہوئے ہیں اور عالم ناسوت میں بیدار ہیں۔

مخلوق کے ساتھ رہنا

خلق خدا کے ساتھ رہنا بھی چار طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) عوام:

عام لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے لیے قریب ہوتے ہیں اور اسی کے لیے دوسروں سے دوستی کرتے ہیں۔

(ب) عابد:

عابد کی توجہ اس طرف رہتی ہے کہ کوئی ایسا غم خوار ساتھی ملے جس سے دین کے معاملے میں مدد مل سکے۔ان کی یہ تلاش

''سِیۡرُوا فِیۡ الۡاَرۡضِ''(الأنعام: ۱۱)

(ترجمہ: زمین میں سیر کرو) کے حکم کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(ج) سالک:

سالک کے لیے یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ عالم تلوین[۱۳] میں جا کر کبھی مخلوق میں شامل ہوتے ہیں اور کبھی ان سے گریز کرتے ہیں، اس کو''سیر الی اللہ'' کہتے ہیں، اور''سیر فی اللہ'' بھی۔

(د) کامل:

کاملین کے لیے یہ ایک وسیلہ ہے وہ جسے بھی دیکھیں انہیں دوست کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔

یارے دارم کہ جسم و جاں صورت اوست
چہ جسم و چہ جاں جملہ جہاں صورت اوست

(میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم و جان اس کی جلوہ گاہ ہے۔جسم و جان ہی کیا، پورا جہاں اس کی جلوہ گاہ ہے)

سیدنا جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: میں تیس سال سے حق تبارک و تعالیٰ سے محو گفتگو ہوں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کر رہا ہوں۔

مغربیؔ ۱۴؎ آنچہ تواش می طلبی درخلوت
من عیاں بر سرہر کوچہ و کو می بینم
(اے مغربیؔ! تم اس کو خلوت میں ڈھونڈھ رہے ہو، میں تو اس کے جلوے ہر گلی کوچہ میں دیکھ رہا ہوں)

کسی دوسرے صاحب نے کہا ع
جمال اللہ می بینم ز ہر راہی ز ہر روی
(میں اللہ کا جمال ہر راستے اور ہر کوچہ میں دیکھ رہا ہوں)

تیسرا باب

اس باب میں دیکھنے، خاموش رہنے، سخاوت اور سماع سے متعلق بیان کیا گیا ہے

دیکھنا

(الف) عوام کا دیکھنا:

عوام کے دیکھنے کے بارے میں سب کو معلوم ہے، ہم آپ سبھی دیکھتے ہیں، زید و عمرو سب بصارت حسّی (ظاہری) کے مالک ہیں۔ کسی نے کہا ہے:

بر خود لقب از حواس کردی
حیوان دگر قیاس کردی (۱)
کوتہ نظر مبین پس و پیش
کز تست حجاب تو بیندیش (۲)

(۱) تو نے اپنے آپ کو حواس کا لقب دے کر دوسرے حیوانات کی طرح سمجھ لیا ہے۔

(۲) اے کوتاہ نظر! آگے پیچھے نگاہ نہ ڈال، اس لیے کہ مکمل حجاب تو خود تو ہے، اس بارے میں غور و فکر سے کام لے۔

(ب) عابد کا دیکھنا:

عابدوں کا طریقہ یہ ہے کہ صرف ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔

(ج) سالک کا دیکھنا:

سالک کی دید حیرانی ہوتی ہے۔اس مسئلے کو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس کو کسی سے عشق ہو ع

آدمی دیدست باقی پوست ست

(آدمی ہی دید ہے، باقی تو سب چھلکا ہے)

(د) کامل کا دیکھنا:

کامل "اَللّٰہُ نُوْرُالسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ"(النور: ۳۵)(**ترجمہ:** اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) کے فرمان کے مطابق جلوہ محبوب میں گُم (غائب) ہو جاتا ہے۔

من ندیدم درمیان کوئے او
بر در و دیوار الّا روئے او (۱)
بوسہ گر بر در زنم لیلیٰ بود
خاک گر برسر کنم لیلیٰ بود (۲)
چوں ہمہ لیلیٰ بود کوئے او
کوئے لیلیٰ نبودم جز روئے او (۳)

(۱) اس کی گلی کے درودیوار پر اس کے چہرے کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔

(۲) اگر اس کے در کا بوسہ لوں تو یہ لیلیٰ کا بوسہ ہے۔اگر اس کی گلی کی مٹی سر پر رکھوں تو یہ بھی لیلیٰ ہی ہے۔

(۳) جب اس کی گلی میں سب لیلیٰ ہی لیلیٰ ہے تو لیلیٰ کی گلی میں اس کے چہرے

کے سوا کچھ نہیں۔
قرآن مجید فرماتا ہے:
''اَلاَ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيءٍ مُحِيط''(فصّلت:۵۴)
ترجمہ: سنو! وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوتا ہے۔
اس ارشاد الٰہی کے مطابق کامل پہلے محیط کو دیکھتا ہے اس کے بعد محاط (گھری ہوئی چیز) پر نظر کرتا ہے۔

محقق راکہ از وحدت شہود ست
نخستیں نظر بر نور وجود ست

(وہ محقق جو خدا کی وحدت کی اطلاع رکھتا ہے اس کی نظر پہلے واجب الوجود کے نور پر ہوتی ہے)
نہیں نہیں بلکہ کامل کا دیکھنا وہ ہے کہ ''بی یبصر'' (وہ مجھ سے دیکھتا ہے) اس کا جلوہ ہے۔
''رَأَيتُ رَبِی بِرَبِّی''(میں نے اپنے رب کو رب سے دیکھا)

خاموشی

خاموشی چار طرح کی ہوتی ہے۔
(الف) عوام کی خاموشی:
عوام یادِ خدا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں۔
(ب) عابد کی خاموشی:
عابد ایسی گفتگو نہیں کرتے جس کو شریعت مطہرہ نے منع کیا ہو۔

(ج) سالک کی خاموشی:

سالک ہمیشہ ہونٹ بند رکھتا ہے کیونکہ ہونٹ بند ہونے سے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔

لب بستہ حدیث عشق گویم
گو یای جہانم و خموشم

(میں ہونٹوں کو بند کر کے حدیث عشق بیان کرتا ہوں۔ میں دنیائے عشق کو بیان کرنے کے باوجود خاموش ہوں)۔ ع

یارب چہ خوش ست بے دہاں خندیدن
(اے اللہ منہ کے بغیر ہنسنا کتنا خوشگوار ہوگا)

کسی نے اس کی منظر نگاری کرتے ہوئے کہا ہے:

سوز دل بسیار دارم رخصت اظہار نیست
شمع را اندر زبان ست آنچہ ما را در دل نیست

(سوز دل تو بہت رکھتا ہوں مگر اسے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔شمع کی زبان اس کے اندر ہوتی ہے اسی طرح ہماری زبان بھی دل میں ہے)

کامل خود سے خاموش ہوتا ہے یعنی وہ از خود فانی ہے۔" **من عرف الله کل لسانه**" (جس کو خدا کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے اس کی زبان کام نہیں کرتی۔) اسی طرف اشارہ ہے یا یہ کہ وہ خود سے بے خود ہے، یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہے" **من عرف الله طال لسانه**" (جس کو خدا کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے اس کی زبان دراز ہوجاتی ہے۔) یہ بشارت اسی کے لیے ہے، اس کا قول دوسرے کا قول ہو گیا اور یہ خود خاموش ہے۔ یہ دونوں باتیں "فنا"[۱] اور "بقا"[۲] کے بارے میں ظاہر ہیں، ایک دوست نے فنا کے بارے میں اس طرح کہا:

بدل گفتم کہ از دلبر خبر جو
دل آں جا رفت او ہم بے خبر شد

(میں نے دل سے کہا کہ محبوب کی خبر لاؤ، تو دل اس جگہ گیا (جہاں محبوب تھا) مگر وہ بھی بے خبر ہو گیا)

ایک بزرگ مقام بقا کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے ایک مدت تک خدا کو تلاش کیا اور اپنے[۳] کو پایا، اور کئی سال خود کو تلاش کیا اور خدا کو پایا۔

احمد نکھ سکھ پیو بسیں روم روم تن مانھ
ہوں ناہیں ہوں ناتھ ری سو ہوں ناہیں ہوں ناتھ[۴]

آں را کہ من گفتمش اکنوں نمی دانم چہ شد
بسیار اورا جستمش اکنوں نمی دانم چہ شد

(وہ محبوب جس سے گفتگو کرتا تھا اب نہیں جانتا کہ کیا ہوا، میں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا پتہ نہیں چل سکا)۔

یہ وہ مقام ہے جہاں ''میں'' اور ''ہم'' کی جگہ نہیں ہے، مگر یہ معاملہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ کمال خاموشی یہ ہے کہ فنا اور بقا سے بھی آگے بڑھ جائے اس لیے کہ یہ دونوں مقام جملہ تعینات سے ہیں۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر[۵] قدس سرہ نے فرمایا کہ مرد کو سالہا سال اس راستے پر چلنا چاہیے اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو اللہ سے لو لگائے، محبّ مفلس کو اس راستے پر ضرور چلنا چاہیے۔

اصطلاح تصوف میں مفلس وہ ہے کہ نہ تو اس کے پاس کچھ ہو اور نہ کسی چیز کی تمنا کرے اور سیاحت بھی کم کرے۔

مفلس کے ساتھ لفظ محبّ کہنا بے کار ہے، اسے تو مفلس محض کہنا چاہئے۔

از حادثات درصف آں صوفیاں گریز
کز بود غم خورند ز نابود شادماں

(اس صوفیاے کرام کی صف میں حادثات سے گریز کرو، اس لیے کہ اگر

حادثہ ہو جائے تو یہ اسے برداشت کر لیتے ہیں، اور اگر حادثہ نہ ہو تو خوش رہتے ہیں)

سننا (سماع)

سماع چار طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) عوام کا سماع:

عوام کے سماع کی حالت سے سب واقف ہیں۔

(ب) عابد کا سماع:

عابد کا سماع "**السماع مباح لأهله**" (سماع اس کے اہل کے لیے جائز ہے) کے حکم کے مطابق ہے۔

(ج) سالک کا سماع:

سالک کا سماع سوز دل اور روح کی اڑان ہے وہ اس کے ذریعے مقامات علوی طے کرتا ہے۔ سالک کے سماع سے "حجابات سفلی" [۱] اٹھ جاتے ہیں۔

مطربا بر گوی قول آں چناں
تا بروں آئیم از ہر دو جہاں

(اے گانے والے! اس کا قول اس طرح سنا کہ ہم دونوں جہان سے باہر آ جائیں) ع

ز ہستی تا عدم یک جست می داند شرار من

(میری چنگاری ہستی سے عدم تک کا فاصلہ ایک ہی چھلانگ میں طے کر لیتی ہے)

(د) کامل کا سماع:

کامل کے سماع کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ حق سے سنتا ہے، حق کے لیے سنتا

ہےاور حق کوسنتا ہے۔''اَلْحَقُّ'' پختہ اور درجہ کمال تک پہنچا ہوا قول ہے ع

سلام اللہ می آید زہر کوئے زہر سوئے

(اللہ کا سلام ہر گلی اور ہر سمت سے آتا ہے۔)

جو کامل ہوتے ہیں وہ ہر آواز کو اُسی کی آواز جانتے ہیں ع

بآواز دو لاب مستی کنند ے

(رہٹ کی آواز کے ساتھ متوالے پن کا اظہار کرتے ہیں۔)

نہیں نہیں بلکہ اس کو عین ندا سمجھتے ہیں۔

عراقی ۸ؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ سازست

کز زخمۂ او نہ فلک اندر تک و تازست

(عشق کی سرمستیوں کا ساز جس کو یہ سمجھتے ہیں، کیا عمدہ ساز ہے۔اس ساز کی ضرب سے نو آسمانوں میں ہلچل پڑی ہوئی ہے)۔

عارفاں کیں نغمہ را چوں بشنوند

جزو بگذارند سوئے کل روند

(عارف جب اس نغمے کو سنتے ہیں تو جز کو چھوڑ کر کل کی طرف رواں دواں نظر آتے ہیں)

سخاوت

سخاوت کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

(الف) عوام کی سخاوت:

عوام کی سخاوت کا کوئی پیمانہ نہیں، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے نام

ونمود یا مخلوق کو دکھانے کے لیے ایثار وقربانی کرتا ہے آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ علما، حفاظ اور مجاہدین جنہوں نے نام ونمود کے لیے یہ سب کیا، ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(ب) عابد کی سخاوت:

عابد کی سخاوت ثواب کی نیت اور آخرت میں جہنم سے نجات پر موقوف ہے۔ ''**السخی حبیب الله**'' (سخی اللہ کا محبوب بندہ ہے)۔

(ج) سالک کی سخاوت:

سالک کی سخاوت دراصل دل و جان کا نثار کرنا ہے۔

چہ شد از عاشق بیچارہ ندارد زر و سیم
نقد دل دارد و جاں دارد و ہمت دارد

(بے چارے عاشق کے پاس اگر سونا چاندی نہیں تو کیا ہوا، اس کے پاس نقد دل، نقد جاں اور نقد ہمت تو ہے)

(د) کامل کی سخاوت:

کامل کی سخاوت اپنی ہستی کا ایثار ہے۔ اس لیے کہ وہ خود کو درمیان میں نہیں رکھتا۔

چوتھا باب

اس باب میں سفر، حالت فقیر، متفرقات اور نصیحتیں بیان کی گئی ہیں

سفر

سفر کی چار قسمیں ہیں۔

(الف) عوام کا سفر:

عوام کے بارے میں کیا لکھوں، اس علاقے ''مارہرہ'' میں لوگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ دن میں لوٹ مار اور رات میں شب خون[۱] کے ارادے سے منزلیں طے کرتے ہیں۔

(ب) عابد کا سفر:

عابد ''سِیۡرُوا فِی الۡاَرۡض'' (الاَنعام:۱۱) (ترجمہ: زمین میں سیر کرو) کے ارادے سے سفر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث پاک کی پیروی بھی مقصود ہوتی ہے۔

''تسافروا وتصححوا وتغنموا''۔ (سفر کرو یہ سفر تمہیں تندرست بنائے گا اور مال غنیمت حاصل کرائے گا)۔

(ج) سالک کا سفر:

سالک کا سفر دل کی مسافرت ہے یعنی اس کا دل سفر کرتا ہے۔ ع

بنشیں وسفر کن کہ بغایت خوب ست
(بیٹھے رہو اور سفر بھی کرو (یعنی بیٹھے بیٹھے سفر کرو) تو یہ بہت اچھا سفر ہے۔)

در حقیقت

یا رب چہ خوش ست بے دہاں خندیدن
بے محنت پا گرد جہان گردیدن

(اے رب! منھ کے بغیر ہنسنا کتنا خوشگوار ہوگا اور پیروں کی محنت کے بغیر دنیا کے ارد گرد گھومنا کتنی اچھی سیر ہے)۔

''سیروا فی الارض'' کے یہی معنی ہیں، اس لیے کہ زمین کے اندر کی سیر دل خود کرتا ہے اور یہ مفہوم بھی ہے کہ سالک کی سیر عالم تلوین[۲] میں ہوتی ہے۔ وہ کبھی اس طور پر اور کبھی اس طور پر خود سے سیر کرتا ہے اور ''سیر الی اللہ'' (اللہ کی طرف سیر) کی طرف دل کو مائل کرتا ہے۔ مشہور قول ہے کہ ع

از خویش گزشتم چہ مبارک سفرے بود
(میں خود ہی سے گزر گیا، کتنا مبارک سفر تھا)

(د) کامل کا سفر:

کامل کا سفر مقامات میں ہوتا ہے۔ وہ جز سے کُل کی طرف اور عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف سفر کرتا ہے۔

ایک دن میرے یہاں ایک سیاح آیا (آگے مکالمہ ملاحظہ کریں)

مؤلف: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟

سیاح: عالم ہاہوت سے[۳]۔

مؤلف: عالم ہاہوت کی یہاں سے کتنی منزلیں ہیں؟

سیاح: میں ہاہوت سے لاہوت میں آیا، اور وہاں سے عالم جبروت میں آیا، وہاں

سے عالم ملکوت میں اور وہاں سے اِس عالم ناسوت میں آیا۔

مؤلف: ہر مقام کی آب وہوا کی وضاحت کیجئے؟

سیاح: ہاہوت ایک ایسا خلوت خانہ ہے کہ اس میں خود آگہی بلکہ بے خبری کی آگہی کی بھی گنجائش نہیں۔ لاہوت ایک ایسا آشیانہ ہے کہ اس میں وہ اپنی خودی سے مصیبت میں پھنسا ہوا ہے اور دعوائے الوہیت کا آغاز کرتا ہے۔ جبروت وہ مقام ہے کہ اس میں اپنے وجود کے اجزا کی سناشائی ہوتی ہے اور اپنے آپ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ملکوت وہ جگہ ہے کہ جس میں مدح و ثنا خود تسبیح و تہلیل ۵ میں مشغول ہیں اور ناسوت ایک ایسا ہنگامہ ہے کہ خود کو کثرت کے ساتھ ہر لباس پہنے ہوئے ظاہر تا ہے۔

تو ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
کہ من آں جلوہ قد می شناسم

(تو چاہے جس رنگ کا لباس پہن لے، میں تو قدموں کی چال پہچانتا ہوں)

اس عاجز کا شعر ملاحظہ ہو۔

بنام آں کہ از ہر مذہب و کیش
لباس تازہ دارد در بر خویش

(نازو ادا کے نام سے ہر مذہب وملت کے نئے نئے کپڑے پہنتے ہیں)

اس کے بعد جوش میں آکر سیاح نے کہا کہ یہ مقام اور منزلیں جن کا میں نے ذکر کیا نہ نیچے ہیں نہ اوپر، نہ بائیں طرف ہیں نہ دائیں طرف۔ یہ سب میرے وجود کے طریقے ہیں، جس وقت میں لذتوں کی طرف دوڑ لگاتا ہوں تو یہ میرا طریقہ ناسوتی ہے اور جس وقت میرا میلان خود مدح وثنا کی طرف ہوتا ہے تو یہ میرا شیوہ ملکوتی ہوتا ہے، اور جس وقت اپنی شناسائی کی منزل پر ہوتا ہوں تو یہ میرا جلوہ جبروتی ہوتا ہے، اور جس وقت میں ''انا دانی'' ٦ کے جوش میں شور کرتا ہوں تو یہ میرا لاہوتی شور ہوتا ہے، اور جس وقت میں یہ تمام طریقے ختم کرتا ہوں تو وہ میرا جواب ہاہوتی ہوتا ہے۔

یہ ایسا بڑا معاملہ ہے کہ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اسی سلسلے میں ایک حکایت یاد آئی۔

چار لوگ لکڑ ہارے کا کام کرتے تھے، ان میں سے ایک غذا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرتا تھا جس سے روزی کا انتظام ہو سکے، دوسرا شخص عابد تھا اس کا ارادہ محنت کر کے حلال روزی پیدا کرنے کا تھا۔ تیسرا شخص سالک تھا وہ اپنے نفس کو ذلیل کر کے روزی کا انتظام کرتا تھا، چوتھا شخص عارف تھا وہ اس مقام پر پہنچنے کے باوجود اپنے کمال کے ظاہر کرنے سے پرہیز کرتا تھا۔ دراصل ع

من آں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

(میں تو چمکتا ہوا سورج ہوں، اگر چہ (خاکساری اور عجز و انکساری کی وجہ سے) قدموں میں گر پڑتا ہوں)۔

''**الأ عمال بالنیات**''[۷] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے۔)

قابل غور بات یہ ہے کہ چاروں اشخاص کا ظاہری حال لکڑ ہارا ہونے کی وجہ سے ایک جیسا ہے مگر ان کا مقصود ہر ایک کی طاقت کے اعتبار سے الگ الگ ہے۔

''**اولیائی تحت ردائي لا یعرفھم غیری**''۔[۸]

(میرے دوست میری ردائے قدرت (چادر) کے نیچے ہیں، ان کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا)۔

فقیر کیا ہے؟

لفظ ''فقیر'' چار حروف سے مل کر بنا ہے (ف، ق، ی، ر)

(الف) ''ف'':

''ف'' سے مراد خدا کی راہ میں فدویت (غلام ہونا) ہے۔

حافظ شیرازی [۹] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کمینہ شرط وفا ترک سر بود حافظ
برو اگر ز تو کار ایں قدر نمی آید

(اے حافظ! سر کٹا دینا وفا کی معمولی شرط ہے، اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو چلا جا۔(وفا کا دعویٰ نہ کر)

(ب) ''ق'':

''ق'' سے مراد اس راستے پر قائم رہنا ہے۔

(ج) ''ی'':

''ی'' سے مراد یاری ہے۔ جب طالب فدویت کے راستے پر قائم رہے گا تو اس کو یاری کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ ایسے مواقع پر دوست اور محبوب سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔

(د) ''ر'':

''ر'' سے ریاست (سرداری، امیری) کی طرف اشارہ ہے۔ یاری اور دوستی کا مرتبہ حاصل کرنے کے بعد آخری منزل ریاست حاصل ہوتی ہے۔ یعنی ''**اذا تم الفقر فهو الله**'' (اگر فقر تمام ہو جائے تو وہ اللہ ہے)۔

ایک بزرگ نے اس مقام پر انسان کی تعریف یوں کی ہے:

اے شحنۂ ایں فراز و پستی
اما نہ بدیں صفت کہ ہستی

(اے بلندی اور پستی کے محافظ انسان! (یہ خطاب انسان کامل کے لیے ہے، جس میں وہ اوصاف نہ ہوں اس کے لیے نہیں ہے)۔

میرے آقا حضرت شاہ محی الدین۱۰ قدس اللہ روحہ العزیز نے فرمایا: ''**اسمی کاسم الأ عظم**'' (میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے)۔

متفرقات

وہ چاروں الفاظ جن کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے، چار چار حروف سے مل کر بنے ہیں۔ عوام، عابد، سالک اور کامل اپنی اپنی جگہ ایک مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں۔

(الف) لفظ ''عوام'':

''ع'' عین یعنی دنیا کے علائق اور عوائق (بکھیڑوں اور الجھنوں) میں گرفتار ہے ''**هلک المنتقلون**'' (اپنے اصل حال سے منتقل ہونے والے ہلاک ہیں) اسی سلسلے میں کہا گیا ہے اور ''ع'' سے عقل معاش (کفایت شعاری) بھی مراد لے سکتے ہیں۔

''و'' عوام کا حرف ''واؤ'' واسطے کی طرف اشارہ کرتا ہے اس لیے کہ عوام تعلقات کے بندھن میں گرفتار ہیں، عوام کو بے واسطہ آرام نہیں ملتا۔

''ا'' عوام کا ''الف'' آخرت سے غافل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو اس نے جواب دیا: جس روز نماز پڑھ لیتا ہوں اس دن ضرور کوئی نہ کوئی نقصان ہو جاتا ہے۔ درحقیقت ؎

اہل دنیا چوں سگ دیوانہ اند
دوست مشمر زاں کہ بس بیگانہ اند

(دنیادار لوگ دیوانے کتّے کی طرح ہیں، ان کا شمار دوستوں میں نہ کرو، ان میں صرف اجنبیت اور بیگانگی ہے)۔

''م'' عوام کا ''میم'' اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عوام گندی باتوں سے متصف ہیں۔ اس کا مفہوم واضح ہے اور زیادہ کیا لکھا جائے۔ اس کے علاوہ ''میم'' مال دنیا کی طرف بھی اشارہ ہے کہ عوام مال جمع کرنے میں خراب اور

پریشان حال ہیں۔

(ب) لفظ ''عابد'':

''ع'' عابد کی ''عین'' سے عقل معاد[۱۱] کی طرف اشارہ ہے۔ عہد میثاق (پختہ وعدہ) کی عین بھی مراد لے سکتے ہیں، اس لیے کہ عابد اس عہد پر مضبوطی سے ڈٹا ہوا ہے۔

''الف'' عابد کا ''الف'' ناپاک خیالات اور غیر شرعی کام سے استغفار کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''ب'' عابد کی ''ب'' اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ بندگی میں ڈوبا ہوا ہے۔

''د'' عابد کی ''دال'' سے مراد ''دیانت داری'' ہے۔ یعنی راہ سلوک میں مکمل دیانت داری سے کام لے۔ کیوں کہ بے ایمان کا اس راہ میں گزر نہیں ہے۔

(ج) لفظ سالک:

''س'' سالک کی ''سین'' سلوک[۱۲] کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ سالک ''**سیر الی الله**'' پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والا ہے۔

کمال از کعبہ رفتی در رہ یار
ہزارت آفریں مردانہ رفتی

(کعبہ کے سفر سے زیادہ کمال یار (اللہ تعالیٰ) کی راہ میں سفر کرنا ہے۔ اے خدا کی راہ میں چلنے والے تجھے ہزاروں بار شاباش کہ تو اس راستے کو بڑی ہمت اور بہادری سے طے کر رہا ہے)۔

سالک کی ''س'' سے مراد اپنی جان کو جاناں[۱۳] کے سپرد کرنا ہے بلکہ جو چیز جان سے بھی زیادہ پیاری ہو، سالک اسے بھی دوست پر نثار کر دیتا ہے۔ ع

از جاں چہ عزیز ست بگو آں بہ تو بخشم

(اے دوست جو چیز جان سے زیادہ عزیز ہو اسے بتاؤ، میں وہ بھی تمہیں دے دوں گا)۔

''ا'' سالک کا ''الف'' استقامت کی طرف اشارہ کرتا ہے، اس لیے کہ ''**الا ستقامة فوق الکرامة**'' (استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے)۔

مولانا جلال الدین رومی قدس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ما براہ استقامت می رویم
نے پئے کشف و کرامت می رویم [۱۴]

(میں استقامت کے راستے پر چلتے ہوئے دوست کے پاس جا رہا ہوں، اس کی طرف میرا یہ سفر کشف و کرامت کے لیے نہیں ہے)۔

ہر کسے از کشف او گوید سخن
کشف اورا کفش کن بر سر بزن

(جو شخص اس راہ میں کشف کی بات کہے تو اس کے کشف کو جوتا بنا کر اُسی کے سر پر مار دینا چاہیے)۔

''ل'' سالک کا ''لام'' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دوست (اللہ تعالیٰ) کی یاد اور اس کی بارگاہ کی حاضری کو ''لازمی'' سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور حاضری کو کسی حالت میں کبھی بھی فراموش نہ کرے۔

''**نزھة الارواح**'' [۱۵] کے مصنف فرماتے ہیں:

''عاشق راد وحالت رود ہد یکے ذکر مدام دوم فکر تمام'' (ذکر میں ہمیشگی اور فکر میں کمال ان دونوں حالتوں میں عاشق کو متوجہ رہنا چاہیے۔)

''ک'' سالک کے ''کاف'' سے مراد کسب (کمانا) ہے، سالک کو کسب سے کام لینا چاہیے۔ ''**الکاسب حبیب اللہ**'' (کسب کرنے والا اللہ کا محبوب ہے)۔

(د) لفظ ''کامل'':

''ک'' کامل کے ''کاف'' سے مراد ''کمال'' ہے اور یہی کامل کی کینونیت (وجود میں ہونا) کی خوش خبری بھی دیتا ہے اس لیے کہ ''**الشیخ ھو الکائن والبائن**'' (شیخ موجود بھی ہے اور جدا بھی) شیخ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہے اور باطن میں حق کے ساتھ ہے۔

''ا'' کامل کا ''الف'' اپنے آپ پر ایمان لانے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ نازک مسئلہ ہے جو تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، صرف اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا بایزید بسطامی ارشاد فرماتے ہیں:

''**لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سوی الله**'' (اللہ کے سوا میرے جبّے میں کچھ نہیں ہے) اس منزل میں جو اپنے اوپر ایمان لاتا ہے وہی درحقیقت خدا پر ایمان لاتا ہے۔ یہ وہ باریک مسئلہ ہے کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بت پرستی اسی قالب کے تشخص میں مستعمل ہے اور حضرت بایزید کا قول اس کی تائید کرتا ہے۔

''گلشن راز'' ۱۶ میں ہے

مسلماں گر بدانستی کہ بت چیست
بدانستی کہ دیں در بت پرستی ست

(مسلمان اگر بت کے راز سے آگاہ ہو جاتا تو یہی سمجھتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔)

وگر کافر ز بت آگاہ گشتی
کجار دین خود گمراہ گشتی

(اور اگر کافر کو بت کی آگہی حاصل ہو جاتی تو وہ خود اپنے ہی دین سے گمراہ ہو جاتا۔)

کسی دوسرے کا کہنا ہے۔

بت پرستی خود پرستی کار ماست
ما دریں کارم خدا درکار ماست

(بت پرستی اور خود پرستی ہمارا کام ہے، ہم اپنے کام میں لگے ہیں اور خدا ہمارے کام میں ہے)۔

''م'' کامل کی ''میم'' مومنیت (مومن ہونے) کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا نازک مسئلہ ہے کہ اس طرح کے دیگر مسائل میں انوکھا ہے۔ اس مسئلے کو جو جانتا ہے بس وہی جانتا ہے۔

''المؤمن مراۃ المؤمن''[١٧] (مومن، مومن کا آئینہ ہے)

''ل'' کامل کے ''لام'' سے لطیف مراد لے سکتے ہیں۔ ان حضرات کاملین کو لطیف اور مومن کہنے میں کسی طرح کے غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ جس طرح لفظ ''ولی'' اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتیہ میں سے ہے اور انسان کامل کو بھی ولی کہتے ہیں۔ ظاہری طور پر اسی مقام میں کسی نے جوش میں آ کر کہا ہے: ''من خدا ایم من خدا ایم من خدا'' (میں خدا ہوں، میں ہی خدا ہوں، میں ہی خدا ہوں)

''اِنّیِ انا اللہ'' (سورۂ قصص: ٣٠)[١٨]
(بیشک میں ہی اللہ ہوں)
چرا نبود روا از نیک بختی (خوش نصیبی سے کیوں نہ روا ہوتا)۔
انسان کامل اگر اس طرح کے جوش وخروش کا اظہار کرے تو یہ اس کے لیے سزاوار ہے، تیرے لیے نہیں۔

تو چہ دانی زبان مرغاں را
کہ ندیدی گہے سلیماں را [۱۹]

(تم پرندوں کی زبان کیا جانو، حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرندوں کی زبان سے متعلق واقفیت تو تم نے دیکھی ہی نہیں۔)

اس مقام کی وضاحت کہاں تک کی جائے، کیونکہ اس مقام کی کوئی حد مقرر نہیں اس لیے میں ہر بات یہیں ختم کرتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''خلق آدم علی صورتہ''.

(حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس کی صورت پر کی گئی)

''من رانی فقد رای الحق''

(جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً حق تبارک وتعالیٰ کو دیکھا)۔

نصیحتیں

خدا کے بندے آل محمد [۲۱] اور نجات اللہ [۲۲] سلمہما اللہ تعالیٰ وابقاھما کے لیے یہ چند نصیحتیں تحریر کرتا ہوں۔

''ان کو چاہیے کہ وہ اس رسالے (چہار انواع) کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں۔ خدا کی یاد میں مشغول رہیں اور سلوک وفقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔ بزرگوں کے مقام پر قائم رہیں اور دنیا داروں کے گھروں کی طرف رخ بھی نہ کریں۔ زیارت قبور کے لیے ضرور ضرور جائیں۔ صاحب دل علما اور وہ علما جن کا ظاہر دین اور دیانت داری سے آراستہ ہو، ان کی خدمت میں ضرور ضرور حاضر ہوں۔ ایسے علما اور قبور کی زیارت کو کونین (دونوں جہاں) کی سعادت سمجھیں۔ اپنے کسی کام یا مطلب سے کسی

حاکم یا کسی بھی شخص کے پاس نہ جانا، اس لیے کہ کاموں کا بنانے والا رب تبارک وتعالیٰ ہے اور وہی کافی ہے۔ مخلوق کے کام کے لیے ہر شخص کی منت، سماجت اور خوشامد کریں، اس لیے کہ یہ کارثواب ہے۔ ایک دن ایک حاکم نے کسی کام کے لیے مجھ عاجز کی مخالفت کی میں نے اسے معاف کر دیا۔

بہت سے لوگوں نے اس حاکم کی خوشامد کی مگر وہ راضی نہ ہوا اور کہنے لگا اگر فلاں صاحب مجھے خط دیں تو میں وہ کام کر دوں گا۔ ان لوگوں نے آ کر مجھ **محتاج الی اللہ** سے خط لکھنے کا اصرار کیا۔ مجبور ہو کر میں نے یہ شعر لکھ بھیجا۔

آں کہ رخسار ترا رنگ گل ونسریں داد
صبر و آرام تو اند بمن مسکین داد

(وہ جو تیرے رخسار نے گلاب کے پھول اور نسرین کو رونق دی ہے، مجھ مسکین کو صبر و آرام پہنچا سکتا ہے)

حاکم نے یہ شعر پڑھا اور میرے پاس آ کر اس کام کو پورا کرنے کی رضا مندی ظاہر کی۔

ہر حال میں اللہ کی یاد کرتے رہو اور ہر لمحہ۔

"**فَفِرُّوا اِلَی اللہ**" (الذاریات: ۵۰)

ترجمہ: تو اللہ کی طرف بھاگو۔

"**لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللہِ**" (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو

"**التوکل علی اللہ**" (اللہ پر ہی بھروسہ ہے)

دل، جان اور زبان پر جاری رکھو۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرو۔ دین کے کسی بھی معاملے میں چاہے کتنی بھی پریشانیاں اور مصیبتیں اٹھانا پڑیں، برداشت کرو۔

وجاھدوا فی سبیل اللہ(الحج:۷۸)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

جہاد اکبر اپنے آپ سے جہاد کرنا ہے۔یعنی خود کو کبھی آرام نہ دے تاکہ آرام پائے۔اپنے نفس سے ہمیشہ لڑتے رہو، یعنی نفس (امارہ) جو کچھ کہے اس کی مخالفت کرو۔اپنے کسی معاملے میں عدالت کی طرف نہ جاؤ اور دنیا داروں پر ہرگز ہرگز بھروسہ نہ کرو اور نہ ان کے محتاج بن کر رہو۔

باغ مرا چہ حاجت سرو صنوبر ست
شمشاد سایہ بردر من از کہ کمترست ۲۳

(میرے باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا ضرورت ہے۔میرے باغ میں لگے ہوئے شمشاد (ایک درخت کا نام) کا سایہ کس سے کم ہے؟)

نصیحتے کنمت یاد گیرد در عمل آر
کہ ایں حدیث ز پیر طریقتم یاد ست

(میں تجھ کو ایک نصیحت کرتا ہوں، تو اپنے دل کی تجوری میں اس کو محفوظ کر لے اور اس پر عمل کرتا رہ۔یہ یاد رکھنا کہ یہ کلام میرے مرشد کامل کا ہے)۔

مجو درستیٔ عہد از جہان ست نہاد
کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد ست ۲۴

(عہد کی پختگی سے دراصل دنیا کی ساری مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔تو دنیا کی تلاش میں نہ رہ اس لیے کہ دنیا وہ بوڑھی دلہن ہے جس کے ہزار شوہر ہیں۔)

مدعا یہ ہے کہ علم و عمل کو سامنے رکھو اور اس پر غرور نہ کرو اور یہ آرزو کرو کہ آبدیدہ آنکھیں، عشق الٰہی میں بھنا ہوا دل، عمل میں خلوص، دعاؤں میں قبولیت، درویشوں کی دوستی، مسجدوں میں سکون، آہوں میں درد، اپنا حال چُھپانے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد اور سرکار دو عالم ﷺ کے فیض سے حاصل ہوں۔

میں بھی اسی طرح تھا کہ دل مجھ پر عتاب کرتا اور میری جان پیچ وتاب میں رہتی۔ مشہور قول ہے کہ خودرا فضیحت و دیگراں رانصیحت (خود تو بدنام اور رسوا مگر دوسروں کونصیحت کریں) اے بے ادب تیرے بال تو سفید ہو گئے مگر دل ویسا ہی سیاہ ہے۔ تیرا ظاہر تو آراستہ و پیراستہ ہے مگر باطن تباہ حال ہے۔ اپنے کام کو مکمل کرنے کے لیے بیٹھ جا اور اپنے حال پر رنج وغم کا اظہار کر، تو نے کون سی نیکی کی ہے جو دوسروں کونصیحت کر رہا ہے، تو نے کون کون سے اچھے کام کیے ہیں کہ دوسروں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ بس کر اور وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

بنشیں پس کارودید بردوز
از درد فراق خود ہمی سوز

(ہر کام سے منہ موڑ کر اپنے کام کے لیے بیٹھ اور فراق کے درد سے اپنے کو خاک کر دے)۔

یہ فریب کہاں تک چلے گا جس کا تم اظہار کر رہے ہو، اور یہ دکھاوا کب تک باقی رہے گا؟ جب خود اچھا نہ دیکھوں تو یہ اس سے بھی برا ہے، اس لیے کہ دل تو یہ کہتا ہے:

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم
عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

(اچھا وقت تو گزر گیا، آؤ ہم اس عمر کی تلافی کریں جو صراحی اور جام کے بغیر گزر گئی۔ (یعنی اس عمر کی تلافی کریں جو مرشد اور محبت کے بغیر گزار دی۔)

اے دل شباب رفت نچیدی گلے زعشق
پیرانہ سر مکن ہوس ننگ و نا م را

(اے دل جوانی گزر گئی اور تو نے معشوق (حقیقی) سے عشق نہ کیا، اب بڑھاپا آگیا تو اسے حاصل کرنے میں جلدی کرو، کہیں یہ وقت بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔)

اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور توبہ کر کے خاموش ہوتا ہوں اور جوش وخروش سے ہوش کی منزلوں میں قدم رکھتا ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور احسان ہے۔

''**يُخْرِجُ الْحَيّ مِنَ الْمَيِّتِ** (الأنعام: ٩٥)

ترجمہ: وہ زندے کو مردے سے نکالتا ہے۔

جس نے اس کو سمجھا اس نے عقل مندی اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے فضل سے نسخہ ''**چہار انواع**'' مکمل ہو گیا۔

تشریحات

دیباچہ ومناجات

۱ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

۲ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مجید ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

۳ چار مزاج یعنی گرمی، سردی، خشکی اور تری۔ یا اس سے مراد سودا، صفرا، بلغم اور خون ہے۔

۴ چاروں کنارے یہ ہیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب۔

۵ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۶ چاروں ستونوں کے نام یہ ہیں رکن اسود، رکن عراقی، رکن شامی، اور رکن یمانی۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) اپنی مشہور نعت میں، جو مدینہ طیبہ کے سفر (۱۲۹۶ھ) کے دوران تحریر فرمائی تھی لکھتے ہیں:

رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت　　اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فروغ　　شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

دھو چکا ظلمت دل بوسۂ سنگ اسود
خاک بوسیٔ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

ے　وہ چار نہریں پانی، دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔
۸　تسمیہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو کہتے ہیں اس میں ظاہراً چار نقطے ہیں۔

پہلا باب

۱ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج:۱،ص:۴۰۔
۲ صحیح ابن خزیمہ ج:۴،ص:۱۲۔**المستدرک علی الصحیحین للحاکم** ج:۱،ص:۵۲۔
مشکاۃ المصابیح مع شرحہ مرأۃ المفاتیح ج:۲،ص:۵۵۵۔
۳ عین معیت صوفیائے کرام کے مقام جمع الجمع کی طرف اشارہ ہے۔ **اِنّ اللّٰہ مَعَنَا** (بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) اس مقام کی وضاحت کرتا ہے۔
۴ شیخ منصور حلاج علیہ الرحمہ: آپ کا پورا نام ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج ہے۔آپ عظیم صوفی اور صاحب تصانیف گذرے ہیں۔ایران کے شمال مشرق میں واقع قصبہ ''الطّور'' میں پیدا ہوئے۔آپ شریعت وطریقت دونوں کے جامع تھے۔سہیل بن عبداللہ اور جنید بغدادی جیسے اولیاے کبار سے انہوں نے فیض حاصل کیا۔آپ اکثر حالت جذب میں رہا کرتے تھے،اور ''اناالحق'' کا نعرہ لگاتے تھے۔جس کی وجہ سے ۲۴/ذی قعدہ ۳۰۹ھ میں آپ کو اس وقت کے خلیفہ نے سولی دے دی۔آپ کے بارے میں علما کی مختلف رائیں ہیں۔بعض لوگوں نے آپ کو کافر اور زندیق قرار دیا،جب کہ بہت سے علما نے آپ کو شہید اور برحق تسلیم کیا۔آپ تقریباً ۴۷/کتابوں کے مصنف ہیں۔
۵ عالم ناسوت سے مراد عالم اجسام ہے۔مجازاً بمعنی شریعت اور عبادت ظاہری۔
۶ صحیح بخاری ج:۱،ص:۴۳۔
۷ صحیح ابن خزیمہ ج:۴،ص:۱۲۔**المستدرک علی الصحیحین للحاکم**

ج:۱،ص:۵۲۔مشکاۃ المصابیح مع شرحہ مرأۃ المفاتیح ج:۲،ص:۵۵۵۔

۸ صحیح بخاری، ج:۳،ص:۳۴،صحیح مسلم ج:۳،ص:۱۲۴،سنن ترمذی ج:۳، ص۲۷،خلق سے اپنے نفس کو اس طرح روکو کہ تمہارے مشاہدے میں ذات باری تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔''صوموا برویتہ''میں ضمیر کا مرجع ہلال ہے۔بخاری شریف میں فرمایا۔**اِذَا رأیتم الهلال فصُوْ مُوْا و إذا رأیتُمُوْهُ فأفطروا** یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر کھاؤ پیو مگر صوفیاے کرام کے نزدیک ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

۹ بعض کتب احادیث میں حدیث کے الفاظ اس طرح ملے ادوا زکوۃ اموالکم صحیح ابن خزیمہ ج:۴،ص:۱۲۔ **المستدرک علی الصحیحین للحاکم** ج:۱، ص:۵۲،**مشکاۃ المصابیح مع شرحہ مرأۃ المفاتیح** ج:۲،ص:۵۵۵۔

۱۰ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ: آپ کی ولادت باسعادت تیسری صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی۔آپ کے والد حضرت محمد قواریری علیہ الرحمہ بڑے عابد اور تجارت پیشہ بزرگ تھے۔والدہ ماجدہ مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ تھیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی اس کے بعد قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور کم عمری ہی میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔پھر اپنے ماموں حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ماموں جان نے اپنے بھانجے کی بڑی اچھی تربیت فرمائی اور شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت میں آپ کو اعلیٰ مقام تک پہنچادیا۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔آپ کے زمانے میں کوئی دوسرا بزرگ آپ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکا۔تصوف کی تدوین آپ ہی کے ذریعہ ہوئی۔متعدد سلاسل کے مشائخ کرام نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔آپ کو سید الطائفہ کہا جاتا ہے۔۲۷رجب ۲۹۷ ہجری کو آپ کا وصال ہوا۔نماز جنازہ آپ کے صاحب زادے حضرت

قاسم جنیدی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک تھے۔

۱۱۔ محمد جلال الدین رومی علیہ الرحمہ: آپ کی پیدائش ۱۲۰۷ء میں ہوئی۔ مشہور صوفی اور فارسی شاعر گزرے ہیں۔ آپ نے ۳۵۰۰ غزلیں، ۲۰۰۰ رباعیات اور رزمیہ نظمیں لکھی ہیں۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائی، لیکن ''مثنوی'' کی وجہ سے پوری دنیا میں مقبول ہوئے۔ ۶۶ سال کی عمر میں ۱۲۷۳ء میں آپ نے انتقال فرمایا۔ قونیہ میں آپ کا مزار مبارک آج بھی عقیدت مندوں کا مرکز ہے۔

۱۲۔ اس لیے کہ اس راہ میں خدائی کا دعویٰ وہی کرتا ہے جس کی خودی مٹ جاتی ہے۔

۱۳۔ غالبا آپ خواجہ عبیداللہ احرار ہیں۔ خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمہ: آپ کا نام عبیداللہ اور لقب ناصر الدین اور احرار ہے۔ ۸۰۶ھ میں باغستان میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے امیر گھرانے میں آنکھ کھولی تھی اس لیے پرورش بڑے ناز ونعم سے ہوئی۔ شریعت کا علم حاصل کرنے کے بعد صاحب طریقت کی تلاش میں نکلے، اور کئی سالوں تک سیر وسیاحت کرتے رہے۔ اس عرصے میں بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ آخر میں خواجہ یعقوب چرخی علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے بیعت ہو گئے اور انہی کے ذریعہ راہ سلوک طے کیا۔ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک سمرقند میں ہے۔

۱۴۔ صفا و مروہ مکہ معظّمہ میں دو پہاڑیاں ہیں۔ حج اور عمرہ میں طواف کعبہ کے بعد ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔

۱۵۔ شرح صحیح بخاری، شمس الدین سفیری۔ ج:۲۴، ص:۱۲۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج:۱، ص:۲۹۱۔

۱۶۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **ان ھذا الانسان بنیان الله** ۔تخریج احادیث الکشاف ج:۱، ص:۳۴۶۔

دوسرا باب

۱؎ صحیح بخاری، ج:۳،ص:۳۴،صحیح مسلم ج:۳،ص:۱۲۴۔سنن ترمذی، ج:۳، ص۷۲۔

۲؎ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **إنی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی** ۔ مسند بزار، ج:۱۵،ص:۳۹۱۔مسند اسحاق ابن راہویہ، ج:۲،ص:۴۴۳۔

یہ حدیث پاک صوم وصال سے متعلق ہے۔ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے صوم وصال رکھنا شروع کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صوم وصال رکھتے ہیں؟ تو آپ نے ارشادفرمایا: **ایّکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی** (تم میں میرا مثل کون ہے؟ میں تورات اپنے رب کے پاس گزارتا ہوں، وہ مجھ کو طعام انوار سے سیر اور جام محبت سے سیراب فرماتا ہے)علمائے کرام اَبِیْتُ کو **بات یبیت بیتوتۃ** (کسی کے پاس رات میں جانا، رات گزارنا) سے مضارع متکلم کا صیغہ مراد لیتے ہیں مگر ''چہار انواع'' کے مصنف مخدوم شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ نے صوفیاے کرام کے مسلک کے مطابق ''ابیت'' کو **اَبیٰ یَأ بیٰ اباءً** (انکارکرنا،نا پسند کرنا) سے فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ مراد لیا ہے،اس لئے آپ نے ابیت میں ''تا'' کو متکلم کی ''تا'' بیان فرمایا ہے۔یہ حدیث شریف بخاری کی کتاب الصوم باب الوصال میں موجود ہے۔

۳؎ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔**الا إن الدنیا ملعون مافیھا الاذکر**

اللہ وما والاہ و عالما و متعلما۔(رواہ الترمذی)،شرح بخاری شمس الدین سفیری۔ج:۳۰،ص۱۰۔

۴ مسعود بک فارسی کا مشہور شاعر ہے۔

۵ شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ: آپ شیخ ابو یزید بسطامی اور طیفور ابو یزید بسطامی کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔اصل نام طیفور بن عیسیٰ اور کنیت ابو یزید ہے۔ فارس کے صوبہ بسطام کی طرف نسبت کرتے ہوئے بسطامی کہے جاتے ہیں۔آپ کا شمار اولیاے کبار میں ہوتا ہے۔آپ کے مرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بایزید ہمارے درمیان ایسے ہی ہیں جیسے ملائکہ کے درمیان جبرئیل علیہ السلام۔آپ کے اندر خدا کا خوف اس قدر تھا کہ جب آپ نماز پڑھتے تھے تو سینے کی ہڈیوں سے آواز نکلتی تھی۔۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

۶ ایک شہر کا نام جو ملک یمن میں واقع ہے۔

۷ احیاء العلوم ومع تخریج حافظ العراقی، ج:۲،ص:۱۷۳۔

۸ یہ ہندی شعر غالباً میر سید احمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو مصنف کے دادا پیر تھے۔

۹ عالم ملکوت آسمان میں فرشتوں کی جگہ، عالم ملکوت اسمائے خداوندی کا مرتبہ ہوتا ہے۔

۱۰ عالم اجسام مجازاً بمعنی شریعت اور عبادت ظاہری۔

۱۱ صفات خداوندی کا مرتبہ۔

۱۲ سب سے مشرف مقام۔

۱۳ صوفیاے کرام کی اصطلاح میں مقامات فقر سے ایک مقام کا نام، تلوین مقام طلب ہے جس میں مختلف حالتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔

۱۴ مغربی فارسی کے مشہور شاعر کا تخلص ہے۔

تیسرا باب

۱ فنا عدم شعور کی منزل ہے۔ ذات واحد میں اس حد تک کھو جانا کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے، یعنی بے خودی۔

۲ باقی رہنا فنا نہ ہونا، زندگی۔

۳ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ پنجوں کے بل گھٹنے ٹیکے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے خون ٹپک رہا ہے۔ اس نے عرض کیا: حضرت یہ کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ایک قدم میں یہاں سے عرش تک گیا، عرش کو دیکھا کہ وہ رب تعالیٰ کی طلب میں پیاسے بھیڑیئے کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے۔ بانگے برعرش زدم کہ ایں چہ ماجراست (میں نے عرش کو آواز دی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟) ہمیں تو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ اَلرَّحمٰنُ عَلَی الْعَرش اسْتَوی (وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استویٰ فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے) میں رحمٰن کی تلاش میں تجھ تک آیا اور تیرا یہ حال دیکھا۔ عرش نے جواب دیا: مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عرش اگر ہمیں ڈھونڈنا چاہے تو بایزید کے دل میں تلاش کر۔ (کشف الحقائق)

۴ غالبًا یہ ہندی شعر بھی میر سید احمد کالپوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

۵ شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ: شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر احمد بن محمد چوتھی اور پانچویں صدی ہجری (دسویں و گیارہویں صدی عیسوی) کے ایک

نامور عارف اور معروف شاعر گزرے ہیں۔فارسی شاعری میں آپ کا مقام نہایت بلند سمجھا جاتا ہے۔آپ ہی نے فارسی شاعری میں تصوف کا پرچار کیا اور تصوف کی تعلیمات کو فارسی شاعری میں پیش کیا۔آپ کو مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامی اور شیخ منصور حلاج کی تعلیمات بہت پسند تھیں۔چنانچہ آپ نے اپنی شاعری میں ان کا جابجا استعمال کیا ہے۔آپ مشہور عالم شیخ ابن سینا کے ہم عصر تھے اور دونوں حضرات کی آپس میں ملاقاتیں بھی ہوئی ہیں۔شاعری میں آپ کی خاص پہچان آپ کی رباعیات ہیں جو تصوف وعرفان وحقیقت کے اسرار سے پر ہیں۔

۶؎ ادنی درجے کا حجاب۔

۷؎ کنویں سے پانی نکالنے کے آلے کو رہٹ کہتے ہیں۔جب رہٹ چلایا جاتا ہے تو اس سے ایک خاص طرح کی آواز آتی ہے۔

۸؎ شیخ فخر الدین عراقی علیہ الرحمہ: شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی علیہ الرحمہ ساتویں صدی ہجری (۱۳ویں صدی عیسوی) کے ایک نامور صوفی بزرگ اور شاعر گزرے ہیں۔آپ ہمدان،ایران میں پیدا ہوئے اور اوائل عمری میں ہی قلندروں کی ایک ٹولی میں شامل ہو کر دنیا کی سیر وسیاحت کو نکل پڑے۔اس دوران آپ نے بہت سے مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ان سے اکتساب فیض کیا۔

آپ فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے اور آپ کو جو مقبولیت ملی اس میں آپ کی شاعری کا بہت بڑا رول ہے۔اخیر عمر میں آپ ملک شام چلے گئے اور وہیں پر ذی قعدہ ۶۸۸ھ ہجری میں وصال فرمایا۔مزار مبارک دمشق میں ہے۔

چوتھا باب

۱ رات کو گھات لگا کر حملہ کرنا۔
۲ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مقامات فقر سے ایک مقام کا نام، تلوین مقام طلب ہے جس میں مختلف حالتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔
۳ وہ مقام جس کی طرف کُنتُ کنزاً مخفِیاً سے اشارہ ہے۔
۴ مقام فناء۔
۵ **سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنا (ذکر نفی و اثبات)**
۶ میں قریب ہوں۔
۷ صحیح بخاری، ج:۱،ص:۲۔
۸ احیاء العلوم مع تخریج حافظ العراقی۔ ج:۶،ص۴۵۵۔
۹ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ: آپ کا نام محمد، لقب شمس الدین اور تخلص حافظ تھا۔ آپ کی پیدائش کی معتبر تاریخ ۷۲۶ھ ہے۔ آبائی وطن اصفہان تھا۔ آپ کے والد تجارت کی غرض سے شیراز آئے اور اہل و عیال کے ساتھ یہیں آباد ہو گئے۔ حافظ کی تعلیم شیراز کے بڑے بڑے علمائے کرام کے پاس ہوئی۔ آپ قرآن پاک کے حافظ بھی تھے، اسی لیے آپ کو حافظ کہا جاتا ہے۔ آپ فارسی کے زبردست شاعر ہیں۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی، البتہ دیوان حافظ کے ذریعہ آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ ۷۹۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا، اور شیراز ہی میں آسودۂ خاک ہوئے۔
۱۰ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ: آپ کا پورا نام شیخ عبدالقادر جیلانی ہے اور

محی الدین آپ کا لقب ہے، عوام میں غوث پاک، غوث اعظم اور بڑے پیر کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں۔ آپ کی پیدائش ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ آپ حسنی اور حسینی سید تھے۔ علم و فضل میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ قیامت تک آنے والے تمام ولیوں کے آپ سردار ہیں۔ ۵۶۱ھ میں ۸۹ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار مبارک عراق کے شہر بغداد میں ہے، جہاں ہمہ وقت عقیدت مندوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔

۱۱ انجام کے بارے میں سوچنا۔

۱۲ راہ چلنا، صوفیاے کرام کی اصطلاح میں خدا سے قریب ہونے کے مدارج طے کرنا۔

۱۳ دوست معشوق (یہاں ذات باری تعالیٰ مراد ہے)۔

۱۴ صوفیاے کرام کی اصطلاح میں اسرار الٰہی کے انکشاف کا نام کشف ہے۔ صوفی جب اس کے مخصوص راستوں کو طے کر لیتا ہے، تو وہ اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے، اس کے بعد وہ عالم روحانی کی حقیقت کا مشاہدہ ظاہری آنکھوں کے بغیر اُس نور سے کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں پیدا کر دیا ہے، جو خلاف عادت کام اولیاے کرام سے ظاہر ہوں انھیں کرامت کہتے ہیں۔

۱۵ تصوف پر ایک مشہور کتاب کا نام۔

۱۶ تصوف کی مشہور کتاب جس کے مصنف علامہ سعد الدین محمد شبستری ہیں۔

۱۷ سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۴۳۲، سنن کبری، ج ۸، ص ۱۶۷

۱۸ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ جنگل میں تھے، سخت سردی تھی، راستہ گم ہو گیا تھا۔ آپ نے کوہ طور کی طرف ایک آگ دیکھی تو اس کے قریب گئے۔ وہاں دیکھا کہ عناب کے درخت میں یہ آگ روشن ہے۔ آپ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں۔ آپ کو اس برکت

والے درخت سے صدا کی گئی انی انا اللہ (دیکھئے سورۃ القصص آیت ۳۰)۔

۱۹ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ (سورۃ النمل آیت ۱۶)۔
ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔

۲۰ صحیح مسلم، ج ۸، ص ۳۲، مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۴۴۔

۲۱ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے بڑی سرکار کے مورث۔

۲۲ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے، چھوٹی سرکار کے مورث۔

۲۳ یعنی مجھ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ مرشدان مجازی کی طرف متوجہ ہوں اور ان کی ارادت بجالاؤں، میرا مرشد حقیقی کس سے کم ہے کہ اس کو چھوڑ کر اہل ظاہر کی طرف رخ کروں۔ ہمارا مرشد حقیقی تو سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

۲۴ اگر یہ بات کی دھنی ہوتی تو ایک شوہر پر قناعت کرتی۔ یہ تو ہر ایک سے الگ الگ عہد کرتی ہے اور پھر عہد شکنی کرتی ہے۔ یعنی کبھی کسی کے ساتھ اور کبھی کسی کے ساتھ رہتی ہے۔ فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ، دنیا کی منظر نگاری کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل، ڈائن، شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

کتابیات

جن کتابوں سے بالواسطہ یابلاواسطہ مدد لی گئی، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- قرآن عظیم

۲- آثار احمدی - حکیم عنایت حسین

۳- آئین احمدی - سید آل احمد اچھے میاں

۴- اخبار المارہرہ - چودھری بہاء الدین حسین

۵- اصح التواریخ - سید اولاد رسول محمد میاں

۶- برکات مارہرہ - سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری

۷- پوتھی - شاہ گدا

۸- پیم پرکاش - شاہ برکت اللہ مرتبہ پنڈت چھچھی دھر

۹- تذکرہ بحر ذخار - شاہ وجیہ الدین اشرف لکھنوی

۱۰- تصوف اسلام اور اس کی تاریخ - ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی

۱۱- حدائق بخشش - مولانا احمد رضا خان

۱۲- خاندان برکات - سید اولاد رسول محمد میاں

۱۳- دیوان عشقی - شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی

۱۴- رسالہ سوال وجواب - شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی

۱۵- ریاض عشق - شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی

۱۶- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ) - سید ابوالحسین احمد نوری

۱۷- سرِ دلبراں - سید محمد ذوقی

۱۸- سروِ آزاد - میر غلام علی آزاد بلگرامی

۱۹- فرہنگ آصفیہ - مولوی سید احمد دہلوی

۲۰- فص الکلمات - سید شاہ حمزہ عینی

۲۱- فیروز اللغات - مولوی فیروز الدین

۲۲- قاموس المشاہیر - میر شیر علی افسوس

۲۳- کاشف الاستار - سید شاہ حمزہ عینی

۲۴- کنز الایمان (ترجمہ قرآن) - مولانا احمد رضا خان

۲۵- گلشن راز - سعد الدین محمود شبستری

۲۶- مآثر الکرام - میر غلام علی آزاد بلگرامی

۲۷- مصطفیٰ سے آلِ مصطفیٰ تک - سید آل رسول حسنین میاں نظمی

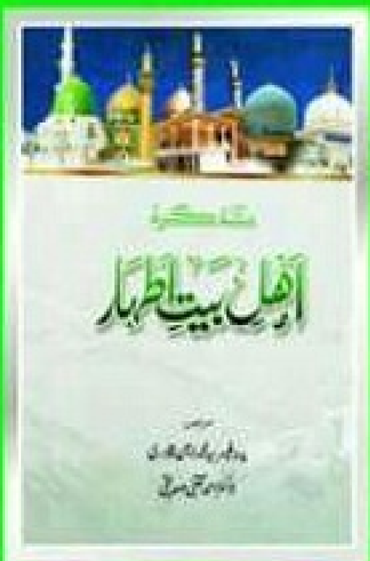
۲۸- مقدمہ تاریخ زبان اردو - پروفیسر مسعود حسین خان

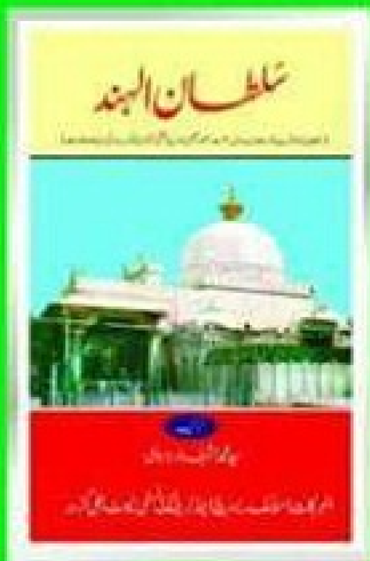
۲۹- نور مدائح حضور - مولوی غلام شبر بدایونی

نوٹ: احادیث کی تخریج میں مکتبۂ شاملہ سے مدد لی گئی ہے۔

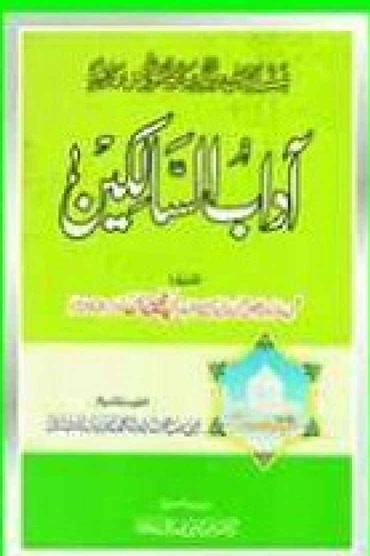
البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ کی

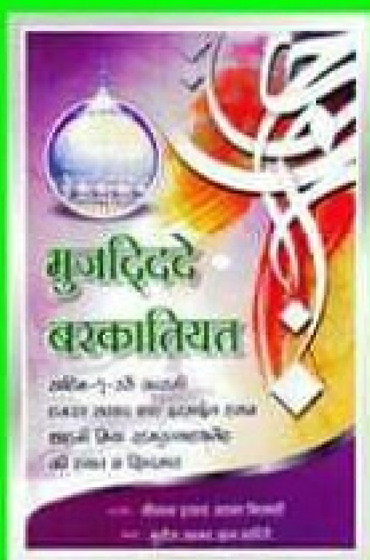
مطبوعہ کتابیں

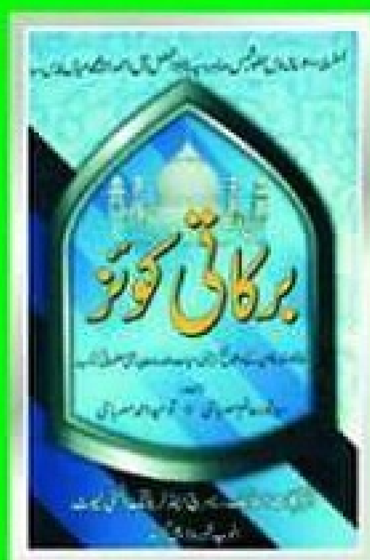












Publisher

Al-Barkaat Islamic Research and Training Institute

Post C.D.F., Anoopshahr Road, Aligarh-202122 (U.P.)

Ph.:0571-6500603, Fax: 0571:2720967

E-mail:abirtipublications@gmail.com